ماہنامہ

احیائے صوفیہ کا علمبردار

نوائے صوفیہ

اسلام آباد

شمارہ نمبر ۲۹

مارچ ۱۹۹۷ء



زیر تعمیر مرکزی جامع مسجد نوربخشیہ سکسہ چھوربٹ



تحفۃ الاحباب

جملہ اہل علم حضرات کے لئے بالعموم اور اہل نور بخشیہ کے لئے بالعموم ہنایت مسرت افزا خبر یہ ہے کہ سلسلہ نور بخشیہ کی مستند تاریخ اور وادی کشمیر کے ایک خاص عہد کی خوبصورت تاریخی دستاویز کا اردو ترجمہ دیدہ زیب چھپائی کے ساتھ منظر عام پر آگیا ہے ۔ شائقین تصوف اس گراں قدر کتاب کی اشاعت کے ایک طویل مدت سے منتظر تھے ۔ تحفۃ الاحباب اسلام، تصوف اور کشمیریات کا ایک گراں قدر باب ہے جس میں تصوف کے حقائق و معارف اور اشاعت اسلام کی سرگرمیوں کا ذکر ملتا ہے اور سلسلۃ الذہب کے بزرگوں کے طرز زندگی پر زبردست روشنی پڑتی ہے ۔ سید محمد نور بخش، شیخ اسیری لاہیجی اور شیخ محمد الوندی کے عظیم روحانی مراتب اور کرامات کا بیان ہے ۔ میر شمس الدین عراقی بت شکن کی تعلیم و تربیت، ولایت و مرتبت کے علاوہ اسلامی خدمات کی وضاحت ہے ۔ شاہ قاسم فیض بخش کی ایران اور عراق میں سرگرمیوں کا علم بھی ہو جاتا ہے ۔ تحفۃ الاحباب ایک شیرین تاریخ ہے جس میں ایران کے شیراز، گیلان، ہمدان، سولغان اور عراق کا ذکر، کشمیر کے نیلہ بٹ، پونچھ، کمراج، سری نگر، زڈی بل میں پیش آنے والے واقعات اور پاکستان کے گجرات، گکھڑ، ہزارہ، سکردو اور خپلو کے مقامات کا تذکرہ آیا ہے ۔ کتاب ۶۰۰ صفحات پر مشتمل ہے ۔ قیمت عام شائقین کے لئے ۲۰۰ روپے اور نادار لوگوں کے لئے ۱۵۰ روپے مقرر کی گئی ہے ۔ ڈاک خرچ اس کے علاوہ ہے ۔

منگوانے کا پتہ

محمد رضا اخوندزادہ

ایف ۔ جی ۔ ہائی اسکول مشہ بروم
ضلع گانچھے بلتستان براستہ سکردو
پوسٹ کوڈ نمبر ۱۶۹۰۰

احیائے تصوف کا علمبردار اور

اتحاد بین المسلمین کا نقیب

ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل

شمارہ نمبر ۲۸ · قیمت بارہ روپے · مارچ ۱۹۹۷ء

مدیر و ناشر:
ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

کمپوزر:
ریگو کمپوزر، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

خط و کتابت اور مضامین بھیجنے کا پتہ:
مکان نمبر D-1021
سیٹلائٹ ٹاؤن
سید پور روڈ،
راولپنڈی پاکستان

منی آرڈر، ڈرافٹ اور رجسٹری بھیجنے کا پتہ:
فلیٹ نمبر 7 ، بلاک نمبر 14
کینگری IV ، آئی ایٹ ون،
اسلام آباد پاکستان

فہرست مضامین

ایڈیٹر اینڈ پبلشر محمد بشیر نے پرنٹ شاپ 99 ـ 6 ویسٹ بلیو ایریا اسلام آباد سے چھپوا کر A-358 ، سیکٹر G-6/1-1 ، اسلام آباد سے طائع کیا۔

وقت کی غلامی

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے تلک الایام نداولھا بین الناس ہم ان دنوں کو انسانوں کے درمیان بدلتے رہتے ہیں۔ انسان اپنی دنیوی زندگی کے مختصر عرصے میں دو اہم حصاروں میں مقید رہتا ہے جو زمان و مکان کہلاتے ہیں۔ آیا زمان و مکان کا کوئی حقیقی وجود ہے یا یہ صرف انسانی سوچ کی پیداوار ہیں یہ فلسفہ کے اہم مباحث میں سے ہیں۔ دراصل انسان کو زمان و مکان کا ادراک اس کے محسوسات اور شعور کے باعث ہوتا ہے۔ چونکہ ہم ایک ایسی دنیا میں رہتے ہیں جہاں احساس اور شعور کی کارفرمائی رہتی ہے اس لئے زمان اور مکان کو بھی ایک حقیقت ماننا پڑے گا۔ زمانے کی عموماً تین قسمیں بیان کی جاتی ہیں ماضی، حال اور مستقبل۔ مگر زمانہ چونکہ برق رفتاری سے گزر رہا ہے اس لئے ہمارا حال بھی تیزی سے ماضی میں تبدیل ہو رہا ہے اور ہمارا مستقبل تیزی سے حال بنتا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ زمانہ حال کے وجود سے ہی انکاری ہیں اور وہ حال کو محض ماضی کا لمحہ موجود سمجھتے ہیں۔ تاہم محتاط سائنسی تجربات سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ وہ چیز جس کو ہم حال کہتے ہیں حقیقتاً ایک وجود ضرور رکھتی ہے اور اس کی مدت تقریباً تین منٹ کے برابر ہے۔ وسیع تر معنوں میں وہ زمانہ جو ہماری موجودہ زندگی کو متاثر کر رہا ہے وہی ہمارا حال ہے۔

زمانہ اور ماضی حال اور مستقبل کے بارے میں جب ہم سوچتے ہیں تو اکثر ہم ایک مغالطے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کی مشیت کو بھی انسانی شعور کے پیمانوں سے ناپنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی مشیت کا ادراک عقل انسانی کے ذریعے ممکن نہیں ہے کیونکہ عقل انسانی محدود ہے اور انسان کے علم کا تمام تر انحصار حواس انسانی پر ہے جو بجائے خود نہایت کمزور اور محدود ہیں۔ قرآن مجید کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی کام کی جلدی نہیں ہے۔ خالق و مالک کائنات انسانی کمزوریوں مثلاً پیدائش، موت، تھکاوٹ، نیند، اونگھ وغیرہ سے بے نیاز ہے۔ البتہ وہ علیم و خبیر ہے اور اس کی شان کل یوم ھو فی شان ہے۔ ایک جگہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک دن انسانی گنتی کے ایک ہزار سالوں کے برابر ہے۔ پس تمام تاریخ انسانی کے ادوار کو اکٹھا کیا جائے تو بھی خدا تعالیٰ کے ہاں اس کی حیثیت لمحاتی ہو گی۔ اگرچہ انسانوں کی مرقوم تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کیا کیا عظیم الشان تہذیبیں پروان چڑھیں اور عدم سے ہم کنار ہوئیں۔ ان عظیم تہذیبوں اور سلطنتوں کی شان و شوکت کے آثار آج بھی محفوظ ہیں اور خداوند تعالیٰ نے ان نشانیوں میں غور و فکر کے لئے سیروا فی الارض کا حکم فرمایا ہے۔ ذرا چشم تصور میں تہذیب بابل کے عظیم ادوار اور مردک، عشتار، انو جیسے دیوتاؤں اور دیویوں کے قصے، تہذیب مصر کی عظمت اور فراعین کا شاہانہ کروفر، ان کے اہرام اور ان کی محلات، سلطنت روما کی عظمت و شوکت اور اس نوع کی دیگر انسانی تہذیبوں کی شان و شوکت کو لایئے اور سوچئے کہ انسان ہر دور میں اس دور کے اعتقادات، اس دور کے رجحانات اور مروجہ خیالات و افکار کا کیسا غلام رہا ہے؟ اس غلامانہ ذہنیت میں وہ اس قدر آگے بڑھے ہوئے تھے کہ انہوں نے خدا کے ان نبیوں اور رسولوں کو جھٹلایا جو پیغام حق لے کر آئے تھے اور بہت سے انبیاء علیہ السلام کا خون بہانے سے بھی گریز نہیں کیا۔ قرآن مجید میں ہمیں بہت سے عبرت انگیز قصے ملتے ہیں۔

یہاں ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وقت کی غلامی کیا چیز ہے؟ وقت کی غلامی یہ ہے کہ انسان ایک خاص دور کے نظریات سے اس حد تک وابستہ ہوتا ہے کہ نہ صرف ماضی اور مستقبل کی جملہ صداقتوں سے لاتعلق ہو جاتا ہے بلکہ زمانہ حال کے مبنی بر حق باتوں کو نظرانداز کرتا ہے۔ غرض وہ کولہو کے بیل کی طرح مروجہ افکار و خیالات کا غلام رہتا ہے۔ ماضی کی تہذیب و معاشرت اور علم و آگہی کی خوبصورت وراثت اس کے لئے بے کار سی چیز بن جاتی ہے اور اپنی زندگی کے اصل مقصد اور اس کے انجام کی بھی وہ بالکل پروا نہیں کرتا۔ اکثر ان رسوم و رواج سے انحراف جو اس مخصوص دور میں مقبول ہوں

باقی صفحہ نمبر ۲۴ پر

(گزشتہ سے پیوستہ)

مجموعہ شریعت محمدیہ

ابو العرفان علامہ محمد بشیر

اما الاذان و الاقامۃ فی الصلوات الخمس المفروضۃ الحاضرۃ بالجماعۃ للرجال ففرض کفایۃ و اللمنفرد مستحب اداًء کان او قضاًء و الاقامۃ اشد استحباباً و یجوز للنسآء الاقامۃ دون الاذان فی صلواتھن بالانفرادو الجماعۃ۔

ترجمہ

اذان اور اقامت کا مسئلہ

پنجگانہ وقتی فرض نمازوں کی اجتماعی ادائیگی کی صورت میں مردوں پر اذان اور اقامت دونوں فرض کفایہ ہیں۔ انفرادی ادائیگی کرنے والے پر یہ دونوں مسنون ہیں خواہ ادا کی صورت میں ہو خواہ قضا کی صورت میں۔ انفرادی ادائیگی کرنے والے کے حق میں اقامت تاکیدی سنت قرار پاتی ہے۔

عورتوں کے حق میں اپنی نمازوں کی انفرادی ادائیگی اور اجتماعی ادائیگی دونوں صورتوں میں اقامت جائز ہوتی ہے نہ کہ اذان۔

وضاحت

فقہ احوط کی مندرجہ بالا عبارتوں میں اذان اور اقامت کے بارے میں امور ذیل کی واضح نشاندہی کی گئی ہے۔

۱۔ نوعیت

۲۔ حیثیت

۳۔ تعلق افراد

۱۔ اذان اور اقامت کی نوعیت کے بارے میں اہل ایمان کی توجہ اس جانب مبذول کرائی جاتی ہے کہ یہ دونوں رب العالمین کی طرف سے بندوں پر عائد کئے گئے تکلیفی امور میں سے ہیں۔ چونکہ فقہ احوط میں مندرج احکام پیغمبر رحمت نقب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عملی زندگی کی لافانی تشریح کا درجہ رکھتے ہیں اس لئے اس میں مندرج احکام میں سے کسی حکم کو بعض افراد کے مشورے یا ذاتی رائے کا مرہون منت قرار دینا مناسب نہیں ہے کیونکہ پیغمبر رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر حکم شرعی عین وحی الٰہی ہوا کرتا ہے۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی سے اس امر کی تصدیق و تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ اذان اور اقامت کی مشروعیت بھی وحی الٰہی کے عین مطابق قرار پاتی ہے۔ "شریعت محمدیہ کما کانت فی زمانہ" کو ہر حال میں موہوم تاریخی حوالہ جات وغیرہ پر فوقیت حاصل ہے۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ دیگر احکام شرعیہ کی طرح مکلف افراد کی نوعیت کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ ان دونوں کی بجاآوری کی نوعیت بھی بدلتی رہتی ہے۔ لہٰذا بعض صورتوں میں دونوں فرض کفایہ قرار پاتی ہیں بعض صورتوں میں سے دونوں مسنون قرار پاتی ہیں۔ بعض صورتوں میں ایک میں تاکیدی پہلو آجاتا ہے۔ بعض صورتوں میں صرف ایک کو جواز کا درجہ ملتا ہے اور دوسرے کا فقدان ہے۔ تعلق افراد کے ذیل میں ان کی تفصیل آگے آجائے گی۔

۲۔ اذان اور اقامت کی جو حیثیت ہے وہ اہل ایمان سے پوشیدہ نہیں۔ مجموعہ شریعت محمدیہ کی رو سے یہ دونوں اسلام کے بڑے بڑے شعائر میں گنے گئے ہیں۔ ولا خفاء ان الاذان و الاقامۃ و الجماعۃ من الشعائر العظام فی الاسلام (فقہ احوط) سے کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں کہ اذان، اقامت اور جماعت اسلام کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان اور اقامت کی درست بجاآوری شعائر اسلام کا حقیقی تحفظ قرار پاتی ہے۔ ان دونوں سے روگردانی شعائر اسلام کی تضحیک قرار پاجاتی ہے۔

باقی صفحہ نمبر ۲۱ پر

(گزشتہ سے پیوستہ) قسط نمبر ۲

شیخ نجم الدین کبریٰ

غلام حسن نور بخش فاضل عربی۔ ایم۔اے

۵۹۸ھ میں مصر کے سفر پر روانہ ہوئے، وہاں شیخ ضیاء الدین عبدالقادر سہروردی کے مرید شیخ روزبہان مصری کے ہاں پہنچ گئے اور ان سے فیض حاصل کرنے لگے۔ شیخ اور نجم الدین کے درمیان اس قدر انسیت پیدا ہوئی کہ شیخ نے اپنی ایک لڑکی کا عقد نجم الدین سے کر دیا جس سے دو لڑکے ہوئے۔ آتش عشق جو بغداد میں شیخ کے دل کو لگی تھی پھر بھڑک اٹھی چنانچہ آپ وہاں سے سکندریہ آگئے۔ ایک مدت وہاں رہنے کے بعد تبریز روانہ ہو گئے۔

مقدمہ اقرب الطرق ص ۲۸

تبریز پہنچ کر امام آئمہ حدیث ابو منصور محمد بن اسعد عطاری کے حلقہ درس میں شامل ہوتے رہے۔ آپ نے مصابیح اور شرح السنۃ کو اپنے ہاتھوں سے لکھا اور اس کی روایت امام ابو منصور کو سنانے لگے۔ ایک دن آئمہ و مشائخ تبریز جمع تھے اور ایک بات پر بحث ہو رہی تھی وہاں شیخ بابا فرج تبریزی پہنچ گئے۔ بابا فرج تبریزی ایک مجذوب حال ولی تھے ان کا نجم الدین پر ایسا رعب چھا گیا کہ اور کسی قسم کی حدیث سنانے کی طاقت نہ رہی۔ بابا فرج تبریزی نے اگلے دن اپنا خرقہ نجم الدین کو پہنچا دیا۔

مقدمہ اقرب الطرق ص ۳۰

اب آپ کو ایک کامل ترین شخصیت کی ضرورت پیش آئی چنانچہ آپ شیخ عمار یاسر کی خدمت میں پہنچ گئے اور ان کے مرید ہو گئے اور اسرار مکاشفات و مشاہدات سے آگاہ ہوتے رہے۔ پھر شیخ عمار یاسر کی ہدایت پر آپ دزفول میں شیخ اسماعیل قصری کے پاس گئے۔

مقدمہ اقرب الطرق ص ۳۱

آپ آتش عشق میں جل رہے تھے۔ دشوار گزار راہوں کی تکان، لمبے سفر کی تکلیف نے آپ کو اور بھی بیمار کر دیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ آپ تپ محرقہ سے جلنے لگے۔ دزفول کے باشندوں نے آپ کو ٹھہرنے کے لئے جگہ تک نہ دی۔ اثنائے راہ کسی سے سوال کیا کہ کیا یہاں کوئی مسلمان نہیں ہے جو کسی حاجت مند کی ضرورت پوری کرے اور بیمار کو دوا دے؟ اس شخص نے شیخ اسماعیل قصری کا نام لیا۔ چنانچہ آپ اس کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر شیخ اسماعیل کی خانقاہ میں پہنچ گئے۔ شیخ میلے کپڑے پہن کر منبر پر وعظ فرما رہے تھے۔ شیخ کی باتیں ان کے لباس کی نفی کر رہی تھیں۔

مقدمہ اقرب الطرق ص ۳۲

ایک عرصہ آپ شیخ کے پاس ٹھہرے پھر شیخ نے حکم دیا کہ مصر جاؤ اور بال بچے لے کر اپنے وطن خوارزم پہنچو اور وہاں کے لوگوں کی رہنمائی کرو۔ چنانچہ آپ مصر گئے۔ اس وقت شیخ روزبہان بھی بوڑھے ہو گئے تھے۔ کچھ مدت وہاں رہنے کے بعد آپ وہاں سے بال بچوں سمیت رخصت ہو کر خوارزم پہنچے۔

مقدمہ اقرب الطرق ص ۳۴

کشف و شہود

ایک دن آپ نماز کے لئے وضو کر رہے تھے اور ایک مرید پانی ڈال رہا تھا۔ مرید برابر پانی ڈالتا رہا اور آپ بے خیال سے ہو گئے۔ حتیٰ کہ ایک ہاتھ دھونے میں تین لوٹے پانی ختم ہو گیا۔ اثنائے وضو میں ایک چلو پانی مغرب کی طرف پھینکا اور فرمایا "کیوں نہیں کہتے کہ ہم بغیر دلیل خدا کو مانتے ہیں؟ کیونکہ خدا بدیہیات میں سے ہے اور بدیہی کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔"

یہ حالت دیکھ کر مرید اور بھی متعجب ہوا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو مرید نے عرض کیا کہ حضور آج کیا بات تھی کہ آپ نے صرف ایک ہاتھ دھونے میں تین لوٹے پانی خرچ کیا حالانکہ آپ ہر روز ایک لوٹے سے پورا وضو فرماتے تھے اور پچھم کی طرف کچھ پانی بھی پھینکا اور کچھ زبان مبارک سے بھی ارشاد فرمایا

آپ نے فرمایا کہ دراصل بات یہ تھی کہ امام فخرالدین رازی کی حالت نزع میں شیطان نے آکر سوال کیا کہ خدا کی

وحدانیت کی کیا دلیل ہے؟ امام فخر الدین رازی نے تو خدا کی وحدانیت ایک سو ساٹھ دلیلوں سے ثابت کی تھی ان میں سے ایک دلیل بیان کر دی تو شیطان نے اسے توڑ دیا۔ پھر انہوں نے دوسری دلیل بیان کی اسے بھی شیطان نے رد کر دیا۔ یہاں تک کہ رد کرتے کرتے تین سو ساٹھ دلیلوں میں سے ایک دلیل باقی رہ گئی۔ قریب تھا کہ وہ کافر ہو کر مرجاتے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر میں نے ایک چلو پانی ان کی طرف پھینکا تو ان کے سینے میں جا پڑا اور میں نے کہا کہ بے دلیل خدا کو کیوں نہیں مانتے ہو؟ وہ میرے قول کو سن کر فوراً کہنے لگے کہ ہم بے دلیل خدا کو مانتے ہیں۔ یہ کہتے ہی شیطان بھاگ گیا اور ان کا حالت ایمان پر انتقال ہو گیا۔ (وعظ بے نظیر ص ۱۴)

اساتذہ اور شیوخ طریقت

آپ نے بہت اچھی تربیت پائی تھی علوم و فنون کے سمندر اور سلوک و طریقت کے مخزن تھے۔ آپ کے بے شمار اساتذہ تھے۔ میر سید محمد نور بخش لکھتے ہیں کہ

آپ سے مرشدین طریقت کو فیوض و برکات ملتی رہی ہیں۔ پس آپ سے بہت سے اولیاء کے سلسلے اور اہل ارشاد کے حلقے نکلے ہیں۔

سلسلۃ الاولیاء۔ ص ۳۸

آپ کے بعض اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں۔

شیخ محی السنۃ امام، شیخ احمد بسطامی، عبدالمنعم فراوی نیشاپوری، شیخ ابراہیم ہمدانی، ابو منصور عطاری، بابا فرج تبریزی، شیخ اسماعیل قصری، شیخ روزبہان مصری، احمد الموصلی، قاضی الامام ابن دمشقی اور شیخ عمار یاسر بدلیسی

آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے علم طریقت روزبہان سے، عشق قاضی امام سے، علم خلوت و عزلت عمار یاسر سے، خرقہ اسماعیل قصری سے اور نظر بابا فرج تبریزی سے حاصل کی۔

سلسلۃ الاولیاء۔ ص ۴۱

شاگرد اور مرید

آپ سے بے شمار لوگوں نے استفادہ کیا اور آپ کے ہزاروں مرید تھے جن میں سے بعض ایسے شاگردوں کے نام جن سے آگے چلنے والے سلسلے کم و بیش آج بھی متداول ہیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ رضی الدین علی لالا ۲۔ حضرت مجد الدین بغدادی ۳۔ سعد الدین حموی ۴۔ نجم الدین رازی ۵۔ سیف الدین باخرزی ۶۔ بابا کمال جندی ۷۔ شہاب الدین سہروردی ۸۔ فرید الدین عطار تونی ۹۔ جمال الدین گیلی ۱۰۔ بہاؤالدین ولد محمد قونیوی ۱۱۔ شیخ محمد خلوتی

مقدمہ اقرب الطرق ص ۳۷

آثار

آپ کثیر التصانیف شیخ طریقت تھے۔ آپ کی تصانیف میں سے اکثر کتابیں اب بھی موجود اور دستیاب ہیں۔ بعض کتابوں کے دیگر زبانوں میں بھی تراجم ہو چکے ہیں۔ آپ کی ایک کتاب سنجل ا۔۔۔۔۔ تصوف کی مشکل ترین کتاب شمار ہوتی ہے۔

میر سید محمد نور بخش آپ کی تصانیف کے متعلق فرماتے ہیں وقد صنف فی الشریعۃ و الطریقۃ و الحقیقۃ کتبا کثیرۃ آپ نے علوم شریعت و طریقت و حقیقت میں کتب کثیر تصنیف کیں۔

سلسلۃ الاولیاء۔ ص ۳۸

(جاری ہے)

(گزشتہ سے پیوستہ)

فضائل اہل بیت

مولانا شکور علی انور فاضل عربی، بی۔اے

باری تعالیٰ نے اپنے کلام مقدس میں اسی چیز کی وضاحت یوں فرمائی ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم و اللہ غفور الرحیم۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دیں گے اور اللہ غفور رحیم ہے

جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرے وہ جھوٹا ہے، اس لئے کہ قاعدہ محبت اور طریق عشق یہ ہے کہ جس سے محبت کی جائے اس کے شہر سے، اس کے مکان و زمان سے، اس کے در و دیوار سے، اس کی گلیوں سے یہاں تک کہ اس کے مال مویشیوں اور گدھوں اور کتوں سے بھی محبت کی جاتی ہے۔ نیز حبیب محبوب کے حکم سے کبھی روگردانی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے

تعصی الالہ و انت اظہر حبہ
و ھذ الامر فی الفعال بدیع

لو کان حبک صادقاً لاطعتہ
ان المحب لمن تحب مطیع

ترجمہ۔ تو اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کی نافرمانی کرتا ہے اور اگر تو اپنے دعویٰ میں سچا ہوتا تو کبھی نافرمانی نہ کرتا۔ اس لئے کہ عاشق ہمیشہ معشوق کا تابع دار ہوتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے "میری امت جنت میں داخل ہو گی مگر جس نے انکار کیا" صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ انکار کرنے والے سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا جو شخص میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو نافرمانی کرے گا وہ انکار کرنے والا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

نکتہ فضیلت

کلام مجید میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض منھم من کلم اللہ و رفع بعضھم درجت۔ و اتینا عیسی ابن مریم البینت و ایدناہ بروح القدس۔ یہ رسول وہ ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی تھی۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جن سے اللہ نے بلاواسطہ کلام کیا اور بعض کے درجات بلند کئے اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو کھلے کھلے دلائل (معجزات) دیئے اور روح القدس کے ذریعے اسے طاقت بخشی۔

قانون خداوندی میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہر چیز پر کوئی نہ کوئی فضیلت یافتہ بھی ہے۔ جیسے ساعات میں سے بعض ساعتیں، دنوں میں سے بعض دن، مہینوں میں سے بعض مہینے، شہروں میں سے بعض شہر۔ مخلوقات میں سے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے۔ پھر انسانوں میں سے بعض نبی ہیں بعض ولی، بعض صدیقین ہیں، بعض شہداء اور صالحین ہیں۔ انبیاء اور اولیاء میں بھی بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔ اسی طرح اصحاب میں سے بھی بعض دوسروں سے ممتاز ہیں اور ائمہ کرام میں سے بھی بعض من وجہ بہتر مقام و مرتبہ پر فائز تھے۔

چنانچہ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو نبوت کے ساتھ ظاہری سلطنت سے نوازا گیا اور وہ بعض انبیاء پر فضیلت یافتہ تھے۔ ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب انبیاء و مرسلین سے زیادہ بلند درجے اور مرتبے پر فائز تھے۔ بلکہ احادیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ بھی میرے زمانے میں ہوتے تو میری اطاعت کرتے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب انبیاء و مرسلین کے خاتم بھی ہیں اور جوامع الکلم بھی ہیں۔ آپ ساری کائنات کے لئے نبی و رسول مبعوث ہوئے۔ آپ کی شریعت تمام سابقہ شریعتوں کی ناسخ ہے۔ آپ کے بارے میں تو خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ تمام مومنوں کے نفوس سے

افضل و اعلیٰ ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات مومنین کی مائیں ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کو اپنے حسب و نسب کی حفاظت کا جو خیال تھا، اس کے تذکروں سے عرب کی تاریخیں معمور ہیں، چنانچہ نسب پر فخر کرنا ان کی شاعری کا اور نسبی مفاخرت ان کی تقریر اور تحریر کا بڑا موضوع تھا۔ اپنے باپ دادا کے ناموں کو تسلسل سے یاد رکھنا ان کا خاندانی فرض سمجھا جاتا تھا، یہاں تک کہ انسانوں کے نسب ناموں سے ہٹ کر گھوڑوں تک کے نسب نامے محفوظ رکھے جاتے تھے۔ قبائل کے نسبی تعلقات کو یاد رکھنے والے خاص خاص لوگ ہر قبیلہ میں موجود ہوتے تھے۔ اس علم کے آج بھی اہل عرب ماہر ہوتے ہیں۔ یہ خاصیت صرف اہل عرب کی ذہانت کا حصہ ہے۔

لیکن نسب بجائے خود کوئی فخر و مباہات کی چیز نہیں ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمل کے مقابلے میں نسبی فخر کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا اور اگر کہیں اسلامی تعلیمات میں من وجہ نظر آجائے تو یہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ اسلامی معاشرے میں فخر و مباہات کا وجود بالفعل قبیح قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ انا سید ولد آدم و لا فخر (مودت القربی حدیث ۹ باب ۱) ابن عباس سے مروی ہے کہ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک جماعت بیٹھی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے باتیں کرتے سنا کہ ایک نے کہا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔ اور دوسرے نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے ہمکلام ہوئے۔ ایک بولا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کلمہ خدا اور اس کی روح ہیں۔ ایک اور یوں گویا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو منتخب کیا۔ اصحاب کی یہ باتیں سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لے آئے اور ان کو سلام کیا اور فرمایا کہ میں نے تمہاری گفتگو سنی اور تمہارے تعجب کا حال معلوم کیا۔ ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں، بے شک وہ ایسے ہی ہیں اور موسیٰ علیہ السلام سے خدا نے کلام کیا یعنی وہ خدا کے رازدان ہیں اور بے شک وہ اسی طرح ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں اور ایسا ہی ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کو خدا نے منتخب کیا اور واقعی ایسا ہی ہے۔ اے صحابہ آگاہ رہو میں حبیب خدا ہوں لیکن میں فخر نہیں کرتا اور میں قیامت کے دن لوائے حمد کا مالک ہوں جس کے نیچے آدم علیہ السلام اور دیگر پیغمبر ہوں گے اور میں فخر نہیں کرتا اور میں وہ شخص ہوں جو قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرے گا اور جس کی شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی اور میں فخر نہیں کرتا اور میں وہ شخص ہوں جو سب سے پہلے جنت کا دروازہ ہلائے گا اور اللہ میرے لئے اس کو کھول دے گا تب میں اس میں داخل ہوں گا اور میرے ساتھ محتاج مومنین ہوں گے اور میں فخر نہیں کرتا۔

(ترجمہ زاد العقبیٰ حدیث ۲۳ ص ۳۱)

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں (بحذف اسناد) انا محمد بن عبدالله ابن عبدالمطلب ان الله خلق الخلق فجعلني في خيرهم فانا خيركم بيتا و خيركم قبيلة و خيركم نسبا۔ آپ نے فرمایا کہ اے لوگو میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا کیا پس مجھ کو بہترین مخلوقات انسان میں لکھا پھر ان کو قبیلے بنایا پس مجھ کو بہترین قبیلے میں رکھا، پھر ان کو خاندانوں میں تقسیم کیا پس مجھ کو بہترین خاندان میں لکھا الغرض میں بلحاظ خاندان تم سب سے بہتر ہوں اور بلحاظ قبیلہ تم سب سے بہتر ہوں اور نسب کے رو سے تم سب سے بہتر ہوں۔

(المودت الاولیٰ کتاب مودۃ القربیٰ ص ۱۳ حدیث نمبر ۱)

اس کے باوجود آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ حجۃ الوداع کے تاریخی بیان میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ ایها الناس الا ان ربكم واحد ان اباكم واحد الا لا فضل العربي على العجمي و لا لعجمي على عربي و لا احمر على اسود و لا اسود على احمر الا بالتقوى

(مسند احمد بن حنبل)

لوگو ہاں بے شک تمہارا رب ایک ہے تمہارا باپ ایک ہے ہاں عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

۱۔ هدى للمتقين (سورت بقرہ آیت ۱) ہدایت متقین کے لئے ہے۔

(جاری ہے)

(گزشتہ سے پیوستہ) قسط نمبر ۲

حضرت شاہ ہمدان اور کشمیر

ڈاکٹر بدرالدین بٹ کویل پلواما کشمیر انڈیا

سید علی ۔

بہارستان شاہی ، حیدر ملک چاڈورہ ، بھی ایک ہی سیاحت کے قائل ہیں ۔ محمد اعظم ، حسن کھوہامی ، نور مسکین ، تین سیاحتوں کے قائل ہیں اور اسی رائے کو ایم ۔ ڈی ۔ صوفی ، پروفیسر محمد ریاض ، پروفیسر محب الحسن ، ڈاکٹر فاروق بخاری ، ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر اور بامزے نے بھی قبول کیا ہے ۔

شاہ ہمدان کے سال قدوم پر بھی مورخین اور تذکرہ نگار متفق نہیں ہیں ۔ سید علی نے اپنی تاریخ کشمیر میں آمد شاہ ہمدان کا سال ۷۸۶ھ دیا ہے اور ساتھ ہی خاوری کا یہ قطعہ بھی لکھا ہے ۔

میر سید علی ، شہ ہمدان
میر اقلیم سبعہ کردہ نکو

شد مشرف ز مقدمش کشمیر
اہل ان شہر ازوے ہدایت جو

سال تاریخ مقدم او را
گفت از مقدم شریف بجو

جس سے ۷۸۵ھ مستفاد ہوتا ہے ۔ گمان یہی ہے کہ سید علی بھی ۷۸۵ھ ہی کے قائل تھے اسی لئے "مقدم شریف بجو" کا قطعہ دیا ہے ۔ ۷۸۶ھ کو کاتب کی غلطی پر محمول کرنا چاہیے کیونکہ "مقدم شریف بجو" سے کسی بھی صورت ۷۸۶ھ نہیں بنتا ہے ۔ صاحب بہارستان شاہی نے ۷۸۳ھ کا سن دیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ بعض کے خیال میں شاہ ہمدان ۷۷۳ھ کو کشمیر میں داخل ہوئے ۔ مؤرخ حسن جو تین سیاحتوں کے قائل ہیں لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ ہمدان ۷۷۳ھ ، ۷۸۱ھ اور ۷۸۵ھ میں کشمیر میں تشریف لائے ۔ حاجی محی الدین مسکین نے بھی انہی تین سنین کو قبول کیا ہے اگرچہ تیسری سیاحت کا سن ۷۷۵ھ دیا ہے ۔ جو کاتب کی غلطی معلوم ہوتا ہے کیونکہ دوسری سیاحت کا سن مسکین نے ۷۸۱ھ دیا ہے ۔ جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ ایم ۔ ڈی صوفی ، پروفیسر محب الحسن ، ڈاکٹر سید فاروق بخاری اور ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر بھی ان ہی تین سیاحتوں کے قائل ہیں ۔ ڈاکٹر آر ۔ کے پارمو ۷۸۱ھ والی سیاحت کے قائل ہیں اور لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ ہمدان نے یہاں چھ سال قیام کیا ۔ پروفیسر رفیقی ۷۸۳ھ والی ایک سیاحت کے قائل ہیں ۔

ہمارا خیال ہے کہ شاہ ہمدان کشمیر میں ۷۸۵ھ میں سلطان قطب الدین کے زمانے میں تشریف لائے ۔ منقبۃ الجواہر سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے ۔ چنانچہ حیدر بدخشی رقم طراز ہیں کہ "جب جناب سیادت کا قدم اس ملک پر پڑا ، پہنچتے ہی بادشاہ آکر مرید ہوا ، سلطان قطب الدین نے کشمیر میں تاریخ ورود اس طرح کہی ہے ۔

چوں آمد آں شہ ملک ولایت
گرفت کشمیر از اسلام رایت

بگفتند از کہ یافتہ تربیت ایں
ازاں گفتم کہ زاں شاہ ہدایت

"ازاں شاہ ہدایت" سے ۷۸۵ھ پیدا ہوتا ہے ۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس سے پہلے شاہ ہمدان کشمیر تشریف لائے ہوتے تو سلطان قطب الدین بھی اسی وقت مرید ہو گئے ہوتے ۔ کتب تواریخ میں مذکور ہے کہ جب شاہ ہمدان کشمیر تشریف لائے تو اس وقت سلطان شہاب الدین محاذ جنگ پر تھا اور قطب الدین نے ان کا استقبال کیا ۔ اگر اس بیان کو صحیح مان لیا جائے تو قطب الدین اسی وقت ہی مرید بھی ہو گئے ہوتے پھر ۷۸۵ھ میں مرید ہونے اور تاریخ قدوم لکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ مگر منقبۃ الجواہر سے مترشح ہوتا ہے کہ شاہ ہمدان ۷۸۵ھ میں تشریف لائے ، سلطان قطب الدین ان کا مرید ہوا اور تاریخ ورود موزون کی جو ۷۸۵ھ ہے ۔ سید محمد خاوری کے قطعہ تاریخ قدوم سے بھی اس خیال کی تصدیق و تائید ہوتی ہے ۔ سلطان

قطب الدین اور ان کے وزرا نے شاہ ہمدان اور ان کے رفقاء کو عزت و احترام کے ساتھ شہر لایا۔ سری نگر میں شاہ ہمدان نے موجودہ خانقاہ معلیٰ کے پاس قیام فرمایا اور وہاں ایک صفہ قائم کیا جہاں آپ اور آپ کے ساتھیوں نے پہلی بار نماز باجماعت اور نماز جمعہ قائم کی۔ سلطان قطب الدین بھی یہیں پر حاضر خدمت ہوتا تھا۔

شاہ ہمدان کے ورود کشمیر کے وقت مسلمان اقلیت میں تھے۔ لباس، رہن سہن، عادات و اطوار میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان فرق کرنا مشکل تھا۔ کہا جاتا ہے کہ علاؤ الدین پورہ موجودہ خانقاہ معلیٰ میں ایک مندر تھا جہاں پر ہندوؤں کے ساتھ ساتھ مسلمان بادشاہ اور رعایا بھی پوجا کے لئے جاتے تھے۔ قحط سالی سے بچنے کے لئے بادشاہ نے یگیہ کیا اور برہمنوں کو تحائف دیئے۔ سلطان قطب الدین نے شریعت اسلامی کے بالکل برعکس بیک وقت دو سگی بہنوں کو عقد نکاح میں رکھا تھا۔ شاہ ہمدان نے اس غیر اسلامی طرز عمل کی کڑی نکتہ چینی کی جس کے نتیجے میں سلطان نے ایک بیوی کو طلاق دے دی۔ شاہ ہمدان ہی کی ہدایات پر ہندوانہ لباس ترک کر کے مسلمان حکمرانوں کا لباس پہن لیا۔

شاہ ہمدان نے اشاعت و تبلیغ اسلام کے لئے اپنے رفقائے کار کو کشمیر کے مختلف گوشوں خاص طور پر ہندو مذہب کے مراکز مثلاً پانپور، اونتی پورہ، بج بہاڑہ وغیرہ بھیج دیا۔ جہاں پر مراکز تعمیر کئے اور اشاعت اسلام میں مشنری جذبہ کے ساتھ لگ گئے۔ شاہ ہمدان اور ان کے رفقائے کار کی اولوالعزمانہ سرگرمیوں سے کشمیر قعر ظلمات سے نکل کر دنیائے نور میں آگیا آپ اور آپ کے رفقاء کے علم و فضل، زہد و ورع، تہذیب و اخلاق، روحانیت کے اعلیٰ مدارج اور پر خلوص دعوت دین سے کشمیر کے لوگ جوق در جوق آغوش اسلام میں آگئے۔ اندازہ ہے کہ ہزاروں نفوس اسلام کے آب حیات سے سرفراز ہو گئے۔

شاہ ہمدان نے کشمیر کے تعلقات ان ممالک سے قائم کئے جو اسلام، اسلامی تہذیب اسلامی فکر اور اسلامی فن و ادب کا سرچشمہ تھے۔ انہوں نے تقریباً دو سو کتابیں خود تصنیف کیں۔ ان کے رفقاء بھی وسط ایشیا سے بہت سی کتابیں ساتھ لائے تھے۔ حکمران کشمیر ان کے قدموں پر گرنا اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا تھا۔ مگر وہ بدستور ہاتھ سے ٹوپیاں بنا کر کسب حلال سے اپنی زندگی گزارتے تھے۔ یہی درس انہوں نے اپنے رفقاء اور متعلقین کو بھی دیا تھا۔

شاہ ہمدان اور ان کے ساتھی کشمیریوں کے لئے کوئی بوجھ نہیں بنے۔ یہ حضرات اپنے ساتھ ایرانی صنعت و حرفت بھی لائے تھے۔ انہی حضرات کی کاوشوں سے کشمیر میں کئی دستکاریاں رواج پا گئیں اور انہی دستکاریوں کی وجہ سے اس وقت کشمیر چار دانگ عالم میں مشہور ہے اور کشمیری مسلمانوں کی اقتصادی حالت بھی بہتر ہوئی۔

غرض شاہ ہمدان نے یہاں کی تہذیب و تمدن، مذہب و اخلاق اور صنعت و حرفت کو بدل ڈالا۔ کشمیر ان کے احسان عظیم کا اعتراف ہر دور کے علماء، فضلاء اور صوفیائے کرام نے کیا ہے۔ وہ اپنے آپ کو کوچہ امیر کا گدا تصور کرتے ہیں اور ان کی ذات والا صفات سے عشق کا اظہار والہانہ انداز میں کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں شیخ یعقوب صرفی، مرزا اکمل الدین بدخشی، اور خواجہ حبیب اللہ نوشہری کا نام لینا کافی ہو گا۔ اقبال نے بھی جاوید نامہ میں شاہ ہمدان کی خدمات عالیہ کا اعتراف کیا ہے۔

شاہ ہمدان ۷۸۶ھ میں یہاں سے مراجعت فرماتے ہیں جس کی وجہ بعض مؤرخین کے نزدیک یہ تھی کہ چونکہ سلطان قطب الدین نے شاہ ہمدان کی خواہش کے مطابق مکمل طور پر اسلامی شریعت نافذ نہیں کی بلکہ سیاسی مصلحتوں سے کام لیا تو آپ نے بددل ہو کر کشمیر کو خیرباد کہا۔ مگر یہ رائے قابل قبول نہیں ہے۔ تذکروں اور کتب تواریخ میں مذکور ہے کہ سلطان نے شاہ ہمدان کو روکنے کی کافی کوشش کی مگر آپ نہیں مانے البتہ آپ نے سلطان کی درخواست پر میر حاجی محمد کو شرعی معاملات میں راہنمائی کے لئے یہیں رکنے کا حکم دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ بات جب ہی ممکن ہو سکتی تھی جب سلطان اور شاہ ہمدان کے تعلقات استوار رہے ہوں۔

شاہ ہمدان جب کنار پہنچے تو یہاں کے سلطان خضر نے انہیں چند دن قیام فرمانے پر آمادہ کیا۔ یہیں آپ بیمار ہوئے اور ۹ ذوالحجہ ۷۸۶ھ بمطابق ۱۹ جنوری ۱۳۸۵ء کو تہتر سال کی عمر میں راہ سپار عالم آخرت ہوئے۔ بعد میں آپ کی میت کو ختلان لے جایا گیا جہاں آپ کو ۲۵ جمادی الاولیٰ ۷۸۶ھ بمطابق ۱۳ جولائی ۱۳۸۵ء کو سپرد خاک کیا گیا۔

The Nurbakhshis of Baltistan - Revival of the oldest Muslim community in the Northern Areas of Pakistan

(Paper read at the International Conference "Karakorum - Himalaya - Hindukush - Dynamics of Change", Islamabad, National Library, 29.9. - 2.10.1995, by

Dr. Andreas Rieck, Hamburg)

The high mountain areas of present-day Northern Pakistan have not only preserved several small kingdoms and a plethora of pre-Islamic beliefs and customs until very recently, but during the last centuries they have also emerged as a sort of refuge for three different Muslim minority groups.

While the mainstream Sunni Muslims may nowadays account for only 25 per cent of the population in the administrative unit called Northern Areas, some 50 per cent belong to the Twelver Shi'a, 15 per cent to the Isma'iliya and probably only 10 per cent to the Nurbakhshi Sufi order. The latter is clearly identifiable as a distinct religious sect or community, notwithstanding its closenesss to Twelver Shi'ism.

The reasons why I have chosen the small Nurbakhshi sect for presenting some results of my research on the religious developments in the Northern Areas since the late 19th century to this audience are the following:

First, the Nurbakhshis as a distinct community have survived only in those areas, and more precisely in the eastern valleys of Baltistan and in the Shigar valley, thus offering an example of how geographical barriers contribute to the preservation of religious cultures;

Secondly, a serious challenge to the Nurbakhshis' beliefs and to their persistence as a distinct Muslim community has emerged gradually and simultanously with the opening up of Baltistan to stronger influences from the adjoining lowlands and beyond since the late 19th century, thus being a typical example of highland-lowland cultural interaction.

Thirdly, the campaigns of proselytizing of both Sunnis and Shi'is among the Nurbakhshis in our century, and the methods and tactics employed to win converts from them, have been somehow symptomatic for the climate of sectarian competition which is nowadays so widespread in the Northern Areas.

Last but not least, during my research fieldwork I have come to appreciate the Nurbakhshis' unique openheartedness and innocent piety, as well as the deep roots of their brand of Islamic culture in Baltistan. The latter is manifested by dozens of ancient but mostly well preserved Khanqahs in the Nurbakhshi villages which serve as their places of worship and communal centers. Some of those Khanqahs, like those of Shigar, Kiris and Khaplu, are the oldest remaining monuments of Islamic sacral architecture in the Northern Areas.

For those in the audience who are unfamiliar with the Nurbakhshi Sufi order and its history some brief explanations must be given now:

The Nurbakhshiya has emerged in 15th century Iran as a branch of the Kubrawiya Sufi order, which had gradually adopted elements of Shi'i doctrine since one century earlier. Thus we find expressions of special veneration for Ali Ibn Abi Talib, the first rightful successor of the Prophet Muhammad and the first Imam according to Shi'i belief, already in some writings of Ala' ud-Daula Semnani and Sayyid Ali Hamadani, both important poles of the Kubrawiya during the 14th century. Sayyid Ali Hamadani was one of the most revered missionary-saints who came from Iran to spread Islam in the Indian subcontinent, especially in Kashmir, and he has long since been reclaimed by Sunni and Shi'i historiographers alike as having been of their religious persuasion. A similar controversy has later developed about the religious affiliation of Sayyid Muhammad Nurbakhsh, who had been a disciple of Hamadani's principal successor, Khwaja Ishaq Khuttalani, and who became the founder and eponym of a new branch of the Kubrawiya. Nurbakhshi doctrines were preached in Kashmir and Baltistan in the early 16th century by Mir Shams ud-Din 'Iraqi, himself a disciple of Sayyid Muhammad Nurbakhsh's son and spiritual heir, Shah Qasim Faidbakhsh.

Thus it was in the valley of Kashmir and in Baltistan where the Nurbakhshiya gained its greatest prominence. In its country of origin, Iran, the order became outright Shi'i some decades after the Safavid dynasty made Twelver Shi'ism the religion of the state in 1501, and the same happened in the valley of Kashmir, either already during the lifetime of Shams ud-Din 'Iraqi, who died in 1527, or in the following decades during the brief interlude of the Chak dynasty's reign. But in Baltistan the Nurbakhshiya has survived until this day as a sect with doctrines of its own, combining elements of both Shi'i and Sunni Islam.

The most important source of those doctrines is the book al-Fiqh al-Ahwat, which means the all-encompassing fiqh, the latter being the terminus used to refer of the Muslim science of religious jurisprudence. While several non-Nurbakhshi authors have considered the book to have been written by Shams ud-Din 'Iraqi and falsely attributed to Sayyid Muhammad Nurbakhsh, the Nurbakhshis themselves have no doubt in its authenticity. One of the first sentences of al-Fiqh al-Ahwat reads: "God has ordered me to remove the disagreement from among this Umma - it means from the worldwide Muslim community -, first regarding the legal provisions (furû'), and secondly regarding the principles of religion (usûl)". This book, together with a complementary other book attributed to Sayyid Muhammad Nurbakhsh, ar-Risala al-I'tiqadiya, in which those principles of the faith are elaborated, form the basis of the Nurbakhshis' claim that their eponym had been neither Sunni nor Shi'i, but had rather been bestowed with a mission to unify all Muslim sects.

On the other hand, present-day Nurbakhshis strongly deny allegations that their eponym had ever declared himself to be the Imam al-Mahdi, who will be the promised just ruler at the end of time according to Shi'i belief. They dismiss such allegations as inventions of their enemies, like the Sunni invader of Kashmir Mirza Haidar Dughlat, who had ordered persecution of the Nurbakhshis in mid-16th century.

I have given only a very basic outline of the doctrinal pecularities of Baltistan's Nurbakhshis. They possess in reality an elaborate corpus of rules for worship and daily life which reflects their Sufi heritage as well as elements of both Sunni and Shi'i religious law. Besides, Nurbakhshis used to have an uncomplicated way of drawing their inspiration from Sunni as well as form Shi'i religious books, but with a preference for the writings of the great Sufi masters of the Kubrawiya order and its various branches.

If I have portrayed the Nurbakhshis a the oldest Muslim community in the present--day Northern Areas some explanations are required. According to general local belief Islam was spread in Baltistan already in the late 14th century by Sayyid Ali Hamadani, but this cannot be taken for granted as an established historical fact. The first prominent Muslim missionary whose preaching in Baltistan seems to be beyond all doubts was Shams ud-Din 'Iraqi at 1502 or 1505 AD. But even if Hamadani's missionary travels to Baltistan did indeed take place some 130 years earlier, his teachings were mostly easy compatible with the later Nurbakhshi mission, since the Nurbakhshis consider Hamadani as an important figure of their own spiritual chain.

There is little doubt that the Nurbakhshiya was spread in Baltistan before Twelver Shi'ism, but, following the pattern of Iran and Kashmir, the latter has gradually absorbed the former. A puzzling question remains how and at what time the transformation from Nurbakhshiya to Shi'ism took place in the valley of Skardu, the political center of Baltistan. While the 16th century Skardu rulers Ghazi Mir and Ali Sher Khan Anchan are generally being portrayed as Shi'is in history books, Nurbakhshis point at the construction of a large Khanqah in Gamba near Skardu as late as 1717 to prove their strong presence in the Skardu valley at that time. One contemporary Nurbakhshi author, Ghulam Hasan Hasnu from Khaplu, has even claimed that the entire Baltistan had remained Nurbakhshi until the last decades of the 19th century, which is obviously an exaggeration. But it seems that the majority of the people in the Shigar valley have remained Nurbakhshis that long, until thousands were converted by a particular energetic Shi'i cleric, Sayyid Abbas al-Musawi from Gol, who settled in the village of Chutron in Shigar valley after 1900. In the principalities of Khaplu and Kiris east of Skardu, Shi'i missionary activity has started even later.

The main factor which accelerated the conversion of Balti Nurbakhshis to Shi'ism in the 20th century has been the increased mobility of the local Shi'is, who for the first time got the opportunity to travel as far as Iraq to receive higher religious education. Whereas the local Shi'is could have been hardly more sophisticated than the Nurbakhshis in former centuries, those who had made their way to the centers of Shi'i learning in Iraq, Iran and Northern India returned with a new understanding of their Shi'i doctrines and developped a zeal to make the Nurbakhshis "real Shi'is", too. For example, they adopted the practice of seeking guidance from living religious authorities, the Mujtahids, on many questions of their daily lives, and denounced the Nurbakhshi practice of emulating a "dead Mujtahid", namely Sayyid Muhammad Nurbakhsh, and his book al-Fiqh al-Ahwat. Likewise, the local Shi'i ceremonies during the month of Muharram commemorating the sacrifice of Imam Husain became more elaborate and were partly copied by those Nurbakhshis who lived in close contact with Shi'is.

Significantly, Sunni proselytism among the Balti Nurbakhshis started during the same period of increased mobility from the late 19th century onwards. The ground for it was prepared by a certain "Mullah Peshawari" who arrvied in Baltistan around 1875 and stayed there for the rest of his life. After becoming the teacher of Sayyid Sa'adat Jan, the son of the Nurbakhshi Pir residing in Kiris, he attracted many other Nurbakhshi disciples from all over Baltistan. He taught them Sunni tenets in a subtle way, together with Sayyid Muhammad Nurbakhsh's book al-Fiqh al-Ahwat, and never openly demanded their conversion, but encouraged them to seek higher religious education in Sunni schools of Northern India. As a result, dozens of such Nurbakhshi students returned as converts to Sunni Islam, and notably as followers of the Ahl-i Hadith sect, which propagates a strict brand of Sunni orthodoxy. In Kiris, the younger son of Sa'adat Jan, Sayyid Abu al-Hasan, became a most zealous leader of the Ahl-i Hadith sect after he found himself deprived from the hereditary position of the Pir of all Nurbakhshis to the benefit of his elder brother. In the nearby village of Ghwari, another convert from the Nurbakhshiya founded an Ahl-i Hadith religious school as early as 1891, which later grew to become the largest of such schools in the entire Northern Areas. In Kiris, the "defection" of an unsuccessful contender for the position of the Nurbakhshis' spiritual head repeated itself in the next generation when Sayyid Ali, a cousin of the Pir Sayyid Muhammad Shah Zain ul-Akhyar, became the most energetic Shi'i missionary among the Nurbakhshis of this century, making converts in dozens of villages. Sayyid Ali and his elder brother, Sayyid Mukhtar Husain, even deliberately concealed their own conversion to Shi'ism for many years in order not to loose the trust of their Nurbakhshi fellow villagers.

Already in 1911 a Census of India Report predicted the complete absorbtion of the Balti Nurbakhshis, at that time some 40.000, by the other sects. That has not materialized, and the number of Nurbakhshis has doubled since, but their area of distribution has shrunk considerably, with many villages in the Shigar and Kharmang valleys changing their affiliation completely.

It should be noted that the opportunity to win converts from among the Nurbakhshis has always been very tempting for ambitious Shi'i and Sunni Ulema alike, who would find it much more difficult to win converts from each other's sects. In the case of the Nurbakhshis, their syncretist attitude, implying openness to Shi'i as well as Sunni religious books and practices, made the task of the proselytizers much easier. Another element, as acknowledged by many Nurbakhshis themselves, has until recently been the latter's cultural backwardness.

Until the early 20th century, the Nurbakhshis' canonical books like al-Fiqh al-Ahwat existed only in the form of manuscripts in the posession of their religious leaders. Since the 1914 printing of a Persian translation of al-Fiqh al-Ahwat, whose original was written in Arabic language, a number of Nurbakhshi books with doubtful authenticity, sometimes plainly fabricated, have been published by various printing houses of the lowland and in Iran.

There has been, for example, the introduction of the terminus "Imamiya Nurbakhshiya" in various books printed since the 1920s, which was meant to pave the way for a later absorbtion of the sect into Shi'i Islam, and there have been some books falsely attributed to Sayyid Muhammad Nurbakhsh which contain expressions of reverence for the Twelve Imams such as can only be found in Shi'i literature. From the side of Sunni publishing houses, on the other hand, books about Sayyid

Muhammad Nurbakhsh or attributed to him have been printed which contain references to known Sunni religious authorities and words of praise for the first two Caliphs, such as can never been found in Shi'i books.

Both Sunni and Shi'i authors have done their best to portray Sayyid Muhammad Nurbakhsh as a follower of their own persuasion, respectively, but there has been an interesting convergence of views regarding Shams ud-Din 'Iraqi, the missionary of the Nurbakhshiya in Kashmir and Baltistan. He has been portrayed as a Shi'i by both sides: some Shi'i allege that he concealed his convictions out of political caution following the alleged example of Sayyid Muhammad Nurbakhsh himself, whereas some Sunni authors claim that Shams ud-Din 'Iraqi had fabricated al-Fiqh al-Ahwat and posed as a follower of Sayyid Muhammad Nurbakhsh wrongly. Astonishingly, an important 16th century manuscript about the life of Shams ud-Din 'Iraqi which should make matters more clear, the Tuhfat ul-Ahbab, has been quoted by many authors but has not been edited and published so far. It seems that there exist different versions of the Tuhfat ul-Ahbab in Srinagar and in Baltistan. One Baltistan version has been recently translated into Urdu by a Nurbakhshi scholar, Ghulam Rida Akhundzada, but it has not yet been printed.

Within all the confusion about what is authentically Nurbakhshi and what is not, which I have only described in very broad terms, some Nurbakhshi scholars have nevertheless managed to modernize and further develop their own sect's doctrines. One pioneer among them has been Maulwi Hamza Ali from Khaplu who died in Rawalpindi in 1956. He has written several books in refutation of Shi'i and Sunni attempts to absorb the Nurbakhsh'iya, the most important one with the title "Light of the Believers - Exposure of the Difference", being a lengthy treatise on Nurbakhshi doctrines and practices as opposed to those of the Shi'is and Sunnis. Since the 1970s an Organisation called Nadwat-i Islamiya Nurbakhshiya has been actively promoting the publishing of Nurbakhshi literature, among others the first Urdu translations of al-Fiqh al-Ahwat and ar-Risala al-I'tiqadiya. A Journal published from Islamabad since 1985, the Nawa-i Sufiya, is also promoting the Nurbakhshis' awareness of their own heritage as well as a revival of Nurbakhshi Sufism, combined with an adaption of Nurbakhshi fiqh to the modern world. Interestingly, both the Nadwa and the editors of Nawa-i Sufiya are quite critical of the principle of hereditary spiritual leadership* which has been observed in Baltistan with a chain of Nurbakhshi Pirs who are all descendants of Shams ud-Din 'Iraqi. Thus they are also critical of the traditional religious leadership which was formerly recruited exclusively from branches of the same lineage of Shams ud-Din 'Iraqi. (*Note: This point was objected by Dr. Muhammad Ghazi Naeem and others from among the audience, who made it clear that the editors of Nawa-i Sufiya had never been as critical of the Pir as some members of the Nadwa).

During the last two decades the outlook of the Nurbakhshi religious leadership has changed considerably. Most of the young generation of Nurbakhshi Ulema are nowadays also secular educated intellectuals holding M.A. or B.A. degrees besides their certificates from Sunni or Shi'i religious schools in which they still have been used to enrol, but nowadays mostly without becoming converts. A Nurbakhshi Dar ul-'Ulum in Karachi was opened in 1990 with the intention to dispense of resorting to other sects' religious schools in future, the latter having also become reluctant to accept Nurbakhshi students recently. In the Nurbakhshi villages of Baltistan local

communal organisations have sprung up everywhere to compete with Shi'is and Sunnis in founding religious schools, besides reviving and renovating the historic Khanqahs.

I think such phenomena should not be regarded as divisive sectarianism, but rather as attempts of an ancient community to preserve its historical roots. The Nurbakhshis are the most peaceful people among the generally peaceful Baltis. In Baltistan sectarian violence has been extremely rare since decades, and even ordinary crime is almost non-existant. The Nurbakhshi attitude towards the mainstream of Sunni and Shi'i Islam is still characterizes by a Sufi-style desire to overcome differences.

It should not be glossed over, however, that the Nurbakhshis are nowadays a minority under strain and pressure from the stronger groups which can draw on country-wide and international networks of communal solidarity and continue to make inroads into the Nurbakhshi realm, for example with the construction of huge modern-style mosques and Imambargahs in direct vicinity of ancient Nurbakhshi Khanqahs. Moreover, the Nurbakhshis have become deeply divided among themselves between a tendency which is more and more adopting Shi'i ritual practices and religious terminology and a tendency which tries to keep its distance from Shi'ism, rejecting also the terminus "Imamiya" as part of Nurbakhshi self-statement. Not surprisingly, the latter tendency is advocated by such Nurbakhshi Ulema and intellectuals who have previously been enrolled in Sunni religiuos schools, while the "Imamiya Nurbakhshiya" advocats have partly visited Shi'i schools in the Pakistani lowland or in Iran. Thus the very survival of the Nurbakhshiya as an independent sect is still at stake in the coming decades, although the tempo of conversion seems to have slowed down since the 1980s.

(گزشتہ سے پیوستہ)

تصوف

احمد علی منہاج القرآن اسلامک یونیورسٹی لاہور

اوراد فتحیہ و عصریہ کی اہمیت

جیسا کہ قول تبارک و تعالیٰ ہے کہ چاند اور سورج ایک خاص مقررہ مقدار پر چلتے ہیں لہذا کسی بھی شخص کو یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ یہ دونوں امور دنیا کی انجام دہی میں مدد لینے کے لئے ترتیب دیئے گئے ہیں۔ بلکہ یہ اوقات کی مقدار کی پہچان کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ تاکہ اس کی بندگی ہر وقت پابندی سے کی جا سکے اور بندے اس کے ذکر میں مشغول رہیں جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے کہ دن اور رات کو نوبت بنوبت آنے والے اس لئے بنایا تاکہ اس کا ذکر ہو۔ اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کیا جائے۔ طاہر و مطہر مذہب حقہ صوفیہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد کی بجاآوری کے لئے تعین کی گئی چیزوں کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ پانچ وقت کی نمازوں کا کوئی بھی درمیانی حصہ ایک خاص امتیاز والے عمل سے خالی نہیں ہے۔ اوراد فتحیہ اور اوراد عصریہ تو بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کی بجاآوری کے وقت جو حلقہ بنایا جاتا ہے۔ اسے تو حدیث نبویؐ میں جنت کے باغیچے قرار دیا گیا ہے۔ خاص کر اوراد فتحیہ لاثانی دعاؤں پر مشتمل مجموعہ ہے کتابوں میں واضح ہے کہ یہ چار سو ولیوں کی سند یافتہ ہے۔ ہر ایک ولی نے اپنے ہاں ترجیح رکھنے والی دعا کو اس اوراد میں جمع کیا۔ سب سے بڑی خوبی اس میں یہ ہے کہ اس کی تصدیق حضور اکرمؐ کی طرف سے بھی ہوئی۔ ان کی اہمیت قرآن سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ ویسے تو قرآن میں ذکر و تسبیح و عبادت کے بارے میں بہت سی آیتیں ہیں جو آیت خصوصیت سے اس پر دلالت کرتی ہیں۔ کچھ اس طرح وارد ہوئی ہیں۔

قولہ تعالیٰ ۔ واذکر اسم ربک بکرۃ و اصیلا

صبح و شام اپنے رب کا ذکر کیا کرو۔ اس آیت کی وضاحت دوسری آیت میں یوں آئی ہے۔ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے ذکر کیا کرو۔ نیز فرمایا سبحان حسین تمسون و حین تصبحون جب تم صبح و شام کرو تو اللہ کی تسبیح بیان کیا کرو۔

اوراد فتحیہ و عصریہ کی اسناد

اوراد کا پڑھنا خود رسول اقدسؐ کے زمانہ مبارکہ میں بھی رائج تھا۔ مظاہر حق نامی کتاب میں ایک حدیث یوں آئی ہے: ابی سعید حذری سے روایت ہے کہ میں غرباء مہاجرین کی ایک جماعت میں بیٹھا یعنی اصحاب صفہ کے مابین وہ تلاوت قرآن پاک سن رہے تھے۔ رسول خدا تشریف لائے۔ بیچ میں بیٹھ کر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ حلقہ کر بیٹھو پس حلقہ باندھا۔

یہ حدیث مبارکہ تقریباً اوراد عصریہ کی سند پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس اوراد کا بیشتر حصہ قرآن پاک پر مشتمل ہے۔ دوسری روایت ملاحظہ فرمائیں۔ ایک دن حضرت ابو ہریرہؓ بازار گئے اور لوگوں کو بازار میں دیکھا تو آپ پکار کر کہنے لگے۔ لوگو! میں تمہیں یہاں دیکھ رہا ہوں حالانکہ مسجد میں میراث رسولؐ تقسیم ہو رہی ہے۔ آواز سن کر لوگ مسجد کی طرف دوڑ پڑے اور وہاں کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جو تقسیم ہو رہی ہو انہوں نے کہا کہ ابو ہریرہؓ! مسجد میں کوئی میراث تقسیم نہیں ہو رہی۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا پھر تم نے وہاں کیا دیکھا؟ انہوں نے کہا کہ وہاں ہم نے ایک ایسی قوم (اصحاب صفہ) کو دیکھا جو ذکر اللہ اور قرآن حکیم کی تلاوت میں مصروف ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا یہی تو میراث رسولؐ ہے۔

سلطان الاولیاء برہان الاصفیاء میر سید علی ہمدانیؒ اپنی تصنیف میں یہ حدیث مبارکہ نقل فرماتے ہیں رسول خدا نے فرمایا کہ مفردون سبقت لے گئے۔ صحابہ نے عرض کی حضورا مفردون کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ مفردون سے مراد وہ مرد اور عورتیں ہیں جو کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔

مفردون کی عظمت:

صبح وشام ذکر واذکار بالخصوص اوراد فتحیہ وعصریہ کی صورت میں پروردگار کی یاد میں مشغول رہنے والے اللہ کے ہاں کتنے محبوب اور پسندیدہ ہیں اس کا اندازہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد مبارک سے لگائیں۔"اے حبیب آپ صبح وشام ان لوگوں (یعنی اصحاب صفہ) کے ساتھ رہیں جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں۔ زینت دنیا کی خواہش کرتے ہوئے ان سے نظر شفقت مت ہٹائیں اور ان (قریش کے) لوگوں کی تابعداری مت کریں جن کے دل ہم نے اپنے ذکر سے خالی کر دیئے ہیں۔ محی الشریعۃ والطریقۃ والحقیقۃ سید علی ہمدانی فرماتے ہیں کہ یہ آیت اہل صفہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو ان دنوں دنیا کے تعلقات سے منہ پھیر کر ذکر اور اس کی طاعت میں ہمہ تن معروف رہنے کی بنا پر فقراء المومنین کہلاتے تھے۔ مفردون کی عظمت آیت کے ذریعے واضح ہو گئی اب حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ وہاں کس حد تک مفردون کی عظمت بیان ہوئی ہے۔

قال رسول اللہ الفقر فخری فقر میرا فخر ہے

نیز فقہ الاحوط باب الجہاد میں آیا ہے کہ رسول خدا نے اپنے لئے دو فنون کو پسند فرمایا ہے ان میں سے ایک فقر ہے۔ شاید بے انتہا محبت وچاہت اور ہمیشہ کی صحبت یا اللہ کے ہاں پسندیدگی کی بنا ہو کہ رسول خداؐ مفردون کے بارے میں فرماتے ہیں۔ اللھم احیینی مسکینا و امتنا مسکینا وحشرنا فی زمرۃ المساکین اے میرے رب جب تیرے پاس یہ لوگ اتنے عزیز ہیں تو میرا جینا اور مرنا انہی کے ساتھ کر دے۔ یہ ہے دعائے محمدیؐ جس سے مفردون کی بلندی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حق بمقابلہ باطل

بزرگان نوربخشیہ کا یہ شیوہ رہا ہے کہ جہاں جہاں اسلام کی روشنی پھیلانے میں حق کی حقانیت دکھانا پڑی، انہوں نے بھرپور انداز میں اس کا مظاہرہ دکھایا اس مذہب پاک کی بنیاد حق ہی پر ہے۔ میں یہاں ایک واقعے کا ذکر کرنا بہتر سمجھوں گا۔ سلطان الاولیاء برہان الاصفیاء سید علی ہمدانی تبلیغ کرتے کرتے یارقند پہنچے۔ یارقند کیا تھا؟ یارقند ادیان عالم کا میدان کارزار تھا۔ ہنود، یہود، نصرانی، مسلمان، اور بدھ مت کے بہت سے علماء وہاں جمع ہوئے تھے اور روز بحث ومناظرہ اور جنگ وجدل کرتے رہتے تھے، جس کی وجہ سے نہ صرف لوگ بلکہ بادشاہ وقت بھی پریشان تھا۔ ایک دن بادشاہ نے اپنے وزیروں اور رؤسا کو دربار میں طلب کیا اور اس امر کے بارے میں سخت تشویش کا اظہار کیا چنانچہ اس مسئلے کے حل کے لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ ارکان دولت رات شاہی محل میں گزاریں۔ اگلے دن جس دین کا سربراہ سب سے پہلے شاہی محل میں داخل ہوگا، بادشاہ اور ملک کے تمام باشندے اسی کا دین اختیار کریں گے۔ جو شخص اس فیصلے سے اختلاف کرے گا اسے ملک سے نکل جانا ہوگا۔ بادشاہ کے اس فیصلے کا بھرپور انداز سے اعلان کیا گیا۔ چنانچہ محل کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ تمام مذاہب کے علماء دروازہ شاہی پر اس امید سے رات بھر کوشاں رہے کہ صبح سب سے پہلے وہ محل میں داخل ہوگا۔ اور اس کے دین کا بول بالا ہو جائے گا۔ لیکن وہاں کوئی مسلمان عالم موجود نہ تھا۔ صبح جب دربان نے دروازہ کھولا تو میر سید علی ہمدانی اچانک وہاں نمودار ہوئے اور سیدھے شاہی محل میں داخل ہو گئے۔ باقی مذاہب کے علماء ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے۔ جب آپ شاہی دربار میں پہنچے تو بادشاہ نے باقی مذاہب کے علماء وفضلاء کو بھی اندر بلالیا۔ دربار آراستہ کیا اور میر سید علی ہمدانی کے دین، یعنی دین اسلام کی کامیابی کا اعلان کر دیا۔

(جاری ہے)

کمپیوٹر

محمد عبداللہ سکساوی بی کام کمپیوٹر پروگرامنگ اینڈ ڈیزائننگ کنسلٹنٹ

کمپیوٹر

بیسویں صدی کی ایک حیرت انگیز ایجاد

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ انسانی دماغ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے جس کے ذریعے انسان سوچ سمجھ سکتا ہے، اچھے برے کی تمیز کر سکتا ہے اور نفع و نقصان کا اندازہ کر سکتا ہے اپنی صلاحیتوں کے بل بوتے پر انسان کو کل روئے زمین بلکہ کائنات کے دیگر نظاموں کو بھی مسخر کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ آج سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کا دور ہے۔ سائنسی ایجادات میں سے ایک حیرت انگیز ایجاد کمپیوٹر ہے۔

کمپیوٹر کی مختلف زبانیں ہیں۔ دنیا میں سب سے پہلے انالوگ کمپیوٹر ایجاد ہوا۔ اس کے بعد ڈیجیٹل کمپیوٹر کا ایجاد عمل میں آیا۔ انالوگ کمپیوٹر کا تعلق طبعی مقداروں سے ہے جبکہ ڈیجیٹل کمپیوٹر اعداد و شمار سے بحث کرتا ہے۔

کمپیوٹر کی ایجاد ۱۹۴۲ء میں تین سائنسدانوں کی مشترکہ کاوشوں کے نتیجے میں ہوئی جن کے نام یہ ہیں۔

اے بی ۲۔ ڈبلیو ماؤشلے ۳۔ جے پی برینڈرڈ

کمپیوٹر کا نظریہ سب سے پہلے بریم نیوانگ نے پیش کیا تھا۔ در حقیقت کمپیوٹر انسانی دماغ سے مماثل ہے۔ انسان جس طرح الفاظ کو اپنے دماغ کے مختلف حصوں میں محفوظ کرتا ہے اسی طرح کمپیوٹر بھی الفاظ کو اپنے دماغ یعنی ہارڈ ڈسک HARD DISK میں محفوظ کرتا ہے۔ انسانی دماغ اور کمپیوٹر کی یادداشت میں صرف اتنا فرق ہے کہ انسانی دماغ کے برعکس کمپیوٹر کو آپریٹ کرنے والے کی ضرورت ہے۔ ہم مختلف معلومات کو کوڈنگ کے ذریعے کمپیوٹر کی میموری میں محفوظ کرتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر اسی کوڈنگ کے ذریعے دوبارہ مطلوبہ فائل کو بلوا کر مطلوبہ معلومات حاصل کرتے ہیں۔

آج کل پوری دنیا کا نظام کمپیوٹر کی مدد سے چل رہا ہے۔ تمام اداروں اور دفاتر میں خواہ وہ سرکاری ہوں یا نجی کمپیوٹر کی بڑی مانگ ہے۔ کمپیوٹر کی وجہ سے بہت سی سہولتیں میسر آئی ہیں اور ہر کام نہایت درجہ آسان ہو گیا ہے۔ اس سلسلے میں ہم روزمرہ کی عام سی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ اخباری صنعت کی مثال لیجئے کمپیوٹر کے پبلک سیکٹر میں آنے سے قبل ایک اخباری ادارے کو اخبار لکھنے کے لئے بہت سے کاتبوں کی ضرورت پڑتی تھی پھر بھی بہت سے دشوار مراحل سے گزرنا پڑتا تھا اور کام کی رفتار خاصی سست ہوا کرتی تھی لیکن کمپیوٹر کی بدولت یہ دشواریاں بالکل ختم ہو گئی ہیں جس کام کو پہلے سو آدمی مل کر کرتے تھے وہ آج ایک کمپیوٹر انجام دیتا ہے۔ اسی طرح دیکھئے کہ ہمارے قومی فضائی لائن پی۔ آئی۔ اے کا سارا نظام کمپیوٹرائزڈ ہے اس نظام کا کنٹرول پینل کینیڈا میں ہے اور ہمارے ملک کے ہر شہر میں کنٹرول سسٹم موجود ہے جس کے ذریعے سے پورے ملک میں پی آئی۔ اے کے دفاتر کا آپس میں رابطہ ہے آپ کسی بھی شہر میں بیٹھ کر کسی دوسرے شہر کے لئے سیٹ کی بکنگ کروا سکتے ہیں۔ کمپیوٹر آپ کو پوری تفصیل بتائے گا کہ فلاں جگہ کے لئے فلاں سیٹ نمبر اور پرواز نمبر کے ساتھ بکنگ ہو سکتی ہے۔ یہ سب کمپیوٹر کی مرہون منت ہے۔ اسی طرح انٹر نیٹ INTERNET کے ذریعے آپ ساری دنیا کے ان تمام مراکز سے جو اس نظام سے منسلک ہیں ہر قسم کی معلومات منٹوں میں حاصل کر سکتے ہیں۔ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ آپ گھر بیٹھے امریکہ اور یورپ کی بڑی بڑی لائبریریوں سے کسی بھی موضوع پر کوئی معلومات یا حوالہ جات حاصل کر سکتے ہیں اور بڑے بڑے روشن دماغ لوگوں سے بالمشافہ گفتگو کر سکتے ہیں۔ کمپیوٹر کے ذریعے ریموٹ کنٹرول پر بغیر پائلٹ کے جہاز اڑائے جاتے ہیں اور گائیڈڈ میزائیل دشمن کے ٹھکانوں کو ٹھیک ٹھیک نشانہ بنا سکتے ہیں۔ یہی نہیں ایسے کمپیوٹرائزڈ میزائیل بھی ہیں جو فضا میں ہی

کسی دوسرے میزائیل کو تباہ کر سکتے ہیں۔ اس وقت مارکیٹ میں ایک ایسا کمپیوٹر آیا ہے جس میں ڈیٹا کو ٹائپ کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ایک مائک کے ذریعے آپ جو کچھ بولتے ہیں کمپیوٹر اس کو خود ہی ٹائپ کرتا جاتا ہے۔ کمپیوٹر خود ہی ہجے درست کرتا ہے اور گرامر کی بھی تصحیح کر دیتا ہے اور پرنٹ بھی نکال کر آپ کو پیش کرتا ہے۔ پس کمپیوٹر کو موجودہ صدی کی سب سے بڑی ایجاد قرار دیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

اب ہم کمپیوٹر کے آپریشن کے بارے میں چند بنیادی معلومات نذر قارئین کرتے ہیں۔ کمپیوٹر کا اولین مقصد ڈیٹا کے باہمی ربط کے مطابق کام کرنا ہے اور یہ مشین اس ڈیٹا کے مطابق کام کرتی ہے جو ہم اسے فیڈ کرتے ہیں خواہ یہ ڈیٹا کسی خاص

ترتیب (سافٹ ویئر یا پیکیج) کے تحت ہو یا عام طریقے کے مطابق کمپیوٹر کے دو بڑے حصے ہوتے ہیں جو اکٹھے مل کر کام کرتے ہیں، ان میں سے ایک حصہ ظاہری شکل وصورت کے ساتھ ہمارے سامنے رہتا ہے اسے ہارڈ ویئر HARD WARE کہتے ہیں جس میں کی بورڈ، سکرین ڈسپلے یونٹ، پرنٹر اور سی پی یو وغیرہ شامل ہیں جبکہ دوسرا حصہ سافٹ ویئر کہلاتا ہے اور پروگرامز اور پیکیجز کی صورت میں ہوتا ہے۔ یہ دونوں حصے مل کر کام کرتے ہیں اور الگ الگ ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی ہے۔ لہٰذا جس طرح کسی کیسٹ پلیئر کو چلانے کے لئے کیسٹ کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح کمپیوٹر سے کام لینے کے لئے سافٹ ویئر درکار ہوتا ہے۔

ہارڈ ویئر HARD WARE

ہارڈ ویئر کے بنیادی طور پر تین حصے ہوتے ہیں۔ ان پٹ ڈیوائس، آؤٹ پٹ ڈیوائس اور سسٹم یونٹ۔

سسٹم یونٹ

سسٹم یونٹ ایک بکس ہے جس میں اصل کمپیوٹر کے پرزہ جات اور سرکٹ ہوتے ہیں۔ الیکٹرانکس پرزے مثلاً سی پی یو اور مین میموری وغیرہ بھی اسی حصے میں ہوتے ہیں بعض کمپیوٹروں کے اس مرکزی حصے میں بیٹری۔ گھڑی اور ماؤس پورٹ وغیرہ بھی ہوتے ہیں۔

سسٹم یونٹ کیلکولیشن سے متعلق تمام امور سرانجام دیتا ہے۔ علاوہ ازیں اسی بدولت کمپیوٹر کے بقیہ کام پایہ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔

سنٹرل پروسیسنگ یونٹ CRU

یہ یونٹ کمپیوٹر کا دماغ کہلاتا ہے تمام آپریشن کے جملہ امور اسی کی بدولت سرانجام پاتے ہیں ایک سی پی یو کا سرکٹ تقریباً ایک ملین ٹرانزسسٹر پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ حساب کتاب کے جملے کام کر سکتا ہے، اور ان تمام ہدایات اور اطلاعات کو بخوبی پڑھ اور سمجھ سکتا ہے جو ہم اسے کی بورڈ یا دیگر ان پٹ ڈیوائس کے ذریعے دیتے ہیں اور ہماری ہدایات کے مطابق جوابات سکرین یا دیگر آؤٹ پٹ ڈیوائس کی مدد سے وصول ہوتے ہیں۔

سنٹرل پروسیسنگ یونٹ کے کام کو یا تو اس پروگرام سے کنٹرول کرتے ہیں جو ہم اس میں پہلے سے محفوظ کر دیتے ہیں یا سسٹم کے مطابق اس کے حوالے کرتے رہتے ہیں۔

مین میموری

سنٹرل پروسیسنگ یونٹ کی طرح مین میموری یونٹ بھی الیکٹرانکس سرکٹس پر مشتمل ہوتا ہے۔ کسی بھی کمپیوٹر میں مین میموری یونٹ کا کردار بڑا اہم ہوتا ہے اور اس کی ضرورت اس لئے ہوتی ہے کہ کام کے دوران ہم جو ڈیٹا یا معلومات کمپیوٹر کو دیتے ہیں اس کو عارضی طور پر یاد رکھنے کی استطاعت ہوتی ہے میموری یونٹ کی افادیت اس وقت بڑھ جاتی ہے جب حسابی عمل کیا جا رہا ہو۔

میموری یونٹ بائٹس میں پایا جاتا ہے ایک بائٹ ایک کیریکٹر کو ظاہر کرتا ہے، جبکہ ایک کلو بائٹ ۱۰۲۴ بائٹس کے برابر ہوتی ہے اور ایک میگا بائٹ ۱۰۲۴ کلو بائٹ کے برابر ہوتی ہے۔ مین میموری کو عام طور پر RAM یا رینڈم ایکسس میموری کے نام سے جانا جاتا ہے۔

کی بورڈ

یہ ایک ٹائپ رائٹر کے کی بورڈ سے مشابہ ہوتا ہے۔ کی بورڈ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن کی فنکشن کیز اوپر ہوتی ہیں وہ اے ٹی کہلاتے ہیں۔ دوسرے وہ جن کی فنکشن کیز بائیں طرف ہوتی ہیں ان کو ایکس ٹی کہتے ہیں۔

ویڈیو سکرین MONITOR

کمپیوٹر پر کیا ہو رہا ہے یہ سب کچھ ہم ویڈیو سکرین یا مانیٹر کی مدد سے دیکھ سکتے ہیں۔ ویڈیو سکرین بعینہٖ ٹی وی سکرین کی طرح ہوتا ہے۔ ٹی وی میں مختلف سٹیشن سیٹ کرنے کے لئے چینلز ہوتے ہیں جبکہ کمپیوٹر میں CRT یعنی کیتھوڈ رے ٹیوب ہوتے ہیں۔ جب ہم کی بورڈ کے ذریعے کچھ ٹائپ کرتے ہیں تو وہ سکرین پر ہمیں اسی طرح دکھائی دیتا ہے لیکن حسابی عمل میں نتیجہ پروسیس ہونے کے بعد سکرین پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس دوران کا سارا ڈیٹا اس وقت تک ریم میں موجود رہتا ہے جب تک کمپیوٹر کو بند نہ کریں یا بجلی نہ چلی جائے۔ اس کو محفوظ کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ اس کو فلاپی پر محفوظ کیا جائے۔

ویڈیو سکرین دو طرح کے ہوتے ہیں۔ عام بلیک اینڈ وائٹ سکرین مونو ٹائپ کہلاتے ہیں۔ یہ دو رنگوں یعنی سبز یا ہلکے گرے میں دستیاب ہوتے ہیں دوسرا سکرین مکمل رنگین ہوتا ہے جو وی۔جی۔اے کہلاتا ہے۔

پرنٹر

پرنٹر ہمیں چھپی ہوئی صورت میں ایک مستقل ریکارڈ مہیا کرتا ہے۔ پرنٹر کی بھی کئی قسمیں مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ عام قسم کی چھپائی کے لئے عام پرنٹر استعمال ہوتے ہیں جو ڈاٹ میٹرکس کے نام سے جانے جاتے ہیں جبکہ بہتر اور خوبصورت چھپائی کے لئے بلیک اینڈ وائٹ اور رنگین لیزر پرنٹر ملتے ہیں یہ عام پرنٹر سے مہنگے ہیں جبکہ رنگین چھپائی والے پرنٹر بہت ہی مہنگے ہیں۔ مزید براں کچھ اور قسم کے پرنٹر بھی ملتے ہیں مثلاً ڈسکیٹ جیٹ، پینٹ جیٹ اور پلاٹر وغیرہ۔

ڈسک

کمپیوٹر پر جو کام کیا جاتا ہے وہ اس وقت تک محفوظ نہیں رہ سکتا جب تک اس کو اس سے متعلقہ طے شدہ طریق کار کے مطابق محفوظ نہ کیا جائے۔ ڈسک اس ڈیٹا کو محفوظ کرنے کا کام کرتا ہے۔ ڈسک دو طرح کے ہوتے ہیں۔

۱۔ فلاپی ڈسک ۲۔ ہارڈ ڈسک

فلاپی ڈسک

فلاپی ڈسک میوزک ریکارڈ کی مانند ایک نرم و نازک چیز ہے جس کے اوپر باقاعدہ ایک کور ہوتا ہے کمپیوٹر میں جس جگہ یہ استعمال ہوتا ہے اسے ڈرائیو کہتے ہیں۔ ڈسک دو سائزوں میں دستیاب ہے۔ ڈسک کی اندرونی سطح پر ایک خاص قسم کے کیمیکل کی جو میگنیٹک آکسائیڈ کہلاتا ہے، تہہ چڑھی ہوتی ہے۔ یہ کیمیکل مختلف سیکٹروں اور ٹریکس میں تقسیم ہوتا ہے اور ڈیٹا انہی ٹریکس پر سٹور ہوتا ہے۔

ہارڈ ڈسک

ایک عام فلاپی ڈسک پر ۵ میگا بائٹ تک ڈیٹا آتا ہے جبکہ ہارڈ ڈسک پر ۲ میگا بائٹ سے ۲۵۰ میگا بائٹ تک سٹوریج کی گنجائش ہوتی ہے۔ جب بہت سارے سسٹم استعمال کرتے ہوں تو ہارڈ ڈسک کی افادیت بڑھ جاتی ہے کیونکہ ہر اچھا سسٹم دس سے تیس میگا بائٹ کی جگہ لیتا ہے اور فلاپی کی صورت میں اس کو چلانا ازحد مشکل ہو جاتا ہے۔ تاہم بہت اہم قسم کے ڈیٹا کو ہارڈ ڈسک پر محفوظ نہ کرنا چاہئے تاکہ حادثاتی طور پر اس کے متاثر ہونے یا وائرس آ جانے کی صورت میں اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

ٹیپ ڈرائیو

ہارڈ ڈسک پر ڈیٹا کے ضائع ہونے کے خطرے کے پیش نظر اس کو ٹیپ ڈرائیو میں محفوظ کیا جاتا ہے۔ ٹیپ ڈرائیو پر ایک

ترتیب سے ڈیٹا محفوظ کیا جاتا ہے اس لئے اس کو سیکونشل سٹوریج ڈیوائس کہا جاتا ہے۔

۲۔ سافٹ ویئر

کمپیوٹر کو ہدایات کا ایک پورا سیٹ درکار ہوتا ہے جس کو پروگرام کہتے ہیں اور یہ پروگرام مین میموری میں انسٹال ہوتا ہے اور انسٹال ہونے کے بعد کمپیوٹر مخصوص ہدایات دیتا رہتا ہے اس پروگرام کو سافٹ ویئر کہتے ہیں۔ سافٹ ویئر کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ سسٹم سافٹ ویئر ۲۔ ایپلیکیشن سافٹ ویئر ۳۔ ڈیٹا

۱۔ سسٹم سافٹ ویئر

اس کو مزید دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں آپریٹنگ سسٹم اور یوٹیلٹی پروگرام

آپریٹنگ سسٹم کمپیوٹر کو چلاتا ہے جبکہ یوٹیلٹی پروگرام مخصوص قسم کے کام کرتا ہے مثلاً ڈسک کی تیاری ۔ چیکنگ اور ریم کی بناوٹ وغیرہ۔

آپریٹنگ سسٹم اگر اپنے استعمال میں ڈسک کو لائے تو وہ ڈسک آپریٹنگ سسٹم یا DOS کہلاتا ہے۔ کوئی بھی کمپیوٹر DOS کے بغیر نہیں چل سکتا۔ جب آپ کمپیوٹر خریدتے ہیں تو عموماً ڈاس اس کے ہارڈ ڈسک میں انسٹال ہوتا ہے۔

۲۔ ایپلیکیشن سافٹ ویئر

مخصوص قسم کے کام کرنے کے لئے ہم مخصوص قسم کے سافٹ ویئر استعمال کرتے ہیں جو ایپلیکیشن سافٹ ویئر کہلاتے ہیں مثلاً لوٹس ۔ ورڈ سٹار ۔ ورڈ پرفیکٹ وغیرہ وغیرہ۔

۳۔ ڈیٹا

ہندسوں، لفظوں اور مخصوص قسم کے کیریکٹر پر مشتمل معلومات کا مجموعہ ڈیٹا کہلاتا ہے۔ یہ وہ معلومات ہیں جو ہم کمپیوٹر کو فیڈ کرتے ہیں اور پھر کمپیوٹر اس کے مطابق ہمیں نتائج دیتا ہے اس ڈیٹا کو ایگزیکوٹ کرنے کے لئے ایپلیکیشن سافٹ ویئر ہماری مدد کرتے ہیں اور جس نام سے ان کو محفوظ کیا جاتا ہے وہ فائل کہلاتا ہے۔ یہ فائل ڈائریکٹریز میں ہوتے ہیں اور جو ڈسک میں موجود رہتے ہیں۔

کمپیوٹر کی ساخت اور افعال کے بارے میں مختصر معلومات نذر قارئین کر دیئے گئے ہیں۔ کمپیوٹر کی ترقی کا عمل تیزی سے جاری و ساری ہے اور وہ دن دور نہیں کہ آپ اور آپ کا کمپیوٹر دو دوستوں کی طرح بالمشافہ گفتگو کر سکیں گے۔

بقیہ۔ مجموعہ شریعت محمدیہ

۳۔ تعلق افراد کے اعتبار سے اذان اور اقامت کا وصف معنوی بدلتا رہتا ہے۔ چنانچہ پنجگانہ وقتی فرض نمازوں کی اجتماعی ادائیگی کرنے والے مردان نماز گزاران کے حق میں اذان اور اقامت دونوں کے دونوں فرض کفایہ شرعاً قرار پاتی ہیں۔ پنجگانہ وقتی فرض نمازوں کی انفرادی ادائیگی کرنے والے مردان نماز گزاران کے حق میں اذان اور اقامت دونوں کے دونوں مسنون شرعاً قرار پاتی ہیں تاہم یہاں پر اقامت میں تاکیدی پہلو شرعاً نمایاں ہوتا ہے۔ خواہ ادا، ہو خواہ قضاء۔

واضح نتیجہ

وقتی فرض نماز کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ فوت شدہ فرض نمازوں کی قضاء۔ بجاآوری کی صورت میں اذان اور اقامت کا وصف معنوی مذکور کا وجدان متاثر ہو جاتا ہے۔ یعنی اجتماعی ادائیگی کی صورت میں۔ خواتین نماز گزاران کے حق میں صرف اقامت کا پڑھنا شرعاً جواز کا درجہ رکھتا ہے۔ ان کے لئے اذان کا شرعاً فقدان ہے۔ خواتین خواہ اجتماعی ادائیگی کرتی ہوں خواہ انفرادی ادائیگی، دونوں صورتوں میں ان کے لئے صرف اقامت پر اکتفا کرنا شرعاً جائز ٹھہرتا ہے۔ اذان دینا خواتین کے حق میں شرعاً جواز کا درجہ نہیں رکھتا۔ یہاں پر خواتین کے حق میں فوت شدہ نمازوں کی قضاء۔ بجاآوری کی صورتوں میں بھی صرف اقامت کو شرعاً جواز کا درجہ حاصل رہ سکتا ہے اذان کو بالکل نہیں۔

(جاری ہے)

تحفظ ماحولیات اور اسلام

م ۔ ش کوروی

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانوں اور دیگر مخلوقات کی زیست اور بقا کے لئے ان گنت نعمتیں پیدا کی ہیں۔ جن میں سب سے زیادہ اہمیت ہوا اور پانی کو حاصل ہے جن کے بغیر زندگی کا تصور ہی ممکن نہیں۔ پانی تمام جانوروں اور نباتات کی زندگی کا لازمی جزو ہے۔ خالق کائنات نے قرآن مجید میں پانی کی اہمیت اور افادیت کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ و جعلنا من الماء کل شیءٍ حی یعنی ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندہ کیا۔ ثابت ہوا کہ پانی اور ہوا کے بغیر انسانی زندگی ناممکن ہے جبکہ دور حاضر میں پانی اور ہوا کو مسموم کرنے والی انواع و اقسام کی مشینوں کے بغیر انسان زندہ رہ سکتا ہے۔

دور حاضر کا انسان ترقی کے نام پر خود اپنی تباہی اور ہلاکت کے سامان تیار کرنے میں مصروف ہے اور خدا تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی قدردانی کرنے کی بجائے ان کو آلودہ بنانے میں لگا ہوا ہے۔ یہ مکروہ دھندا یوں تو دنیا کے ہر ملک اور ہر قریہ میں جاری ہے لیکن خاص طور پر وطن عزیز میں سیاچن اور جھیل مانسرور جو دریائے شیوک اور سندھ کا منبع ہیں، بحیرہ عرب تک پانی کو غلیظ اور مسموم کرنے کا کاروبار جاری ہے۔ پیشاب کرنے کپڑے دھونے، وضو اور غسل کرنے، گھریلو برتن دھونے، حق کے مال مویشیوں کو دھونے اور ان کو ذبح کرنے کے بعد ان کا خون اور گوشت دھونے کے علاوہ گھروں سے خارج ہونے والا گندہ پانی یہ سب دریاؤں اور آبی ذخیروں میں شامل ہوتا رہتا ہے اس پر کارخانوں کے فضلہ جات مستزاد ہیں جن میں بہت سے زہریلے کیمیائی اجزا شامل ہوتے ہیں۔ اسی پانی کو نشیبی علاقوں میں بسنے والے بے شمار لوگ بغیر صفائی اور تطہیر کے استعمال کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور یہ انسانوں کے علاوہ جانوروں، پودوں اور مجموعی ماحول کی بربادی اور ہلاکت کا باعث بنتا ہے۔

افسوس کی بات ہے کہ مختلف مذاہب کے علما انسانوں کے درمیان نفرت پھیلانے کے لئے تو روز و شب دھواں دھار تقریریں کرنے میں مصروف نظر آتے ہیں لیکن انسانی ماحول کی بربادی کو روکنے کے لئے بولنا، سوچنا اور اصلاحی اقدام کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ حالانکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پانی میں پیشاب کرنے والے پر لعنت ہے اور فرمان نبوی کی روشنی میں لوگوں کو اس ہلاکت خیز رجحان سے روکنا ضروری ہے۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس کے ہر حکم میں انسان کی بہبودی کا کوئی نہ کوئی راز مضمر ہے۔ چنانچہ مردے کو دفنانے کا حکم بھی تعفن اور بدبو کے سدباب کے لئے ہیں۔

بدقسمتی سے آج اہل ایمان سمیت تمام بنی نوع انسان نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو پس پشت ڈال دیا ہے کہ و لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ ہلاکت اور بربادی میں اپنا ہاتھ مت ڈالو۔

سوچئے کیا سیاچن گلیشیئر سے لے کر ساحل سمندر تک کی آبادی کی غلاظت کو پانی ملانے کا عمل ہلاکت کا باعث نہیں ہے؟ اس عمل سے تو بسا اوقات وبائی امراض پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ہم قرآن و حدیث کے احکامات پر عمل پیرا ہوں تو نوع انسانی کو تباہی کے راستے پر گامزن ہونے سے بچا سکتے ہیں۔

آپ کے مسائل اور ان کے حل

(شریعت محمدیہ کی روشنی میں)

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

اس عنوان کے تحت ادارے کے نام بھیجے گئے مفید سوالات کے جوابات شائع کئے جاتے ہیں تاکہ ہر کوئی پیش آمدہ ضروری ضروری احکام شرعیہ سے بخوبی آگاہ رہ سکے۔ اس شمارے کے لئے درج ذیل سوالات کا انتخاب کر کے ان کے جوابات شائع کئے گئے ہیں۔ تفصیل کچھ یوں ہے۔

سوال نمبر ۱۔ ماہنامہ نوائے صوفیہ کو جو کہ ایک دینی تبلیغی رسالہ ہے کیا فطرہ اور زکواۃ کی رقم دی جاسکتی ہے؟

سائل ماسٹر شکور علی خپلو

سوال نمبر ۲۔ کیا مسافر خانے کی تعمیر کے لئے فطرہ اور واجب زکواۃ وصول کی جاسکتی ہے؟

جی۔ ایچ معروفی اسلام آباد

سوال نمبر ۔ نماز جمعہ اور نماز عیدین میں کیا فرق ہے؟

سوال نمبر ۔ کیا خطبہ جمعہ اور خطبہ عیدین میں کوئی فرق پایا جاتا ہے؟

سائل اخوند حسین خپلو بالا

جواب نمبر ۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ چونکہ ماہنامہ نوائے صوفیہ ایک خالص مذہبی رسالہ ہے صوفیانہ اسلامی معاشرے کی اصل ہیئت کذائی کے احیا کے لئے رسالہ اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ لہٰذا زکواۃ اور فطرہ کا یہ موجودہ دور میں بہترین مصرف ٹھہرتا ہے۔ لہٰذا شرعاً نوائے صوفیہ کی ترویج وترقی کی خاطر فطروز کواۃ اس کو دی جاسکتی ہے۔ کیونکہ "فی سبیل اللہ" والے مصرف کے دائرے میں یہ بھی آتا ہے۔

جواب نمبر ۲۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مسافر خانہ مفادات عامہ کے دائرے میں آتا ہے۔ مسافروں کو سفر میں پیش آنے والی رہائشی دشواریوں کے ازالے کے لئے مسافر خانہ کی تعمیر ایک باعث ثواب عوامی خدمت ہے۔ لہٰذا شرعاً یہ بھی فطرہ وغیرہ کا مصرف ٹھہرتا ہے۔ لہٰذا اس کی تعمیر کے لئے فطرہ اور واجب زکواۃ وصول کی جاسکتی ہے

جواب نمبر ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خطبہ جمعہ اور خطبہ عیدین میں پائے جانے والے فرق کی صورتیں یہ ہیں۔

ہیئت معنوی۔ اس اعتبار سے خطبہ جمعہ اور خطبہ عیدین میں کافی فرق پایا جاتا ہے۔ چنانچہ خطبہ جمعہ واجب ہے اور اس دوران حاضرین کو غور سے خطبہ جمعہ کو سننا اور خاموش رہنا واجب ٹھہرتا ہے۔ اس کی خلاف ورزی کرنے والے کی نماز جمعہ کی صحت بری طرح متاثر ہوجاتی ہے۔ خطبہ عیدین میں وجوب کا پہلو نہیں ہے لہذا خطبہ عیدین کو غور سے سننا اور خطبہ جمعہ کی طرح خاموش رہنا وغیرہ کا وجوب بھی نہیں ہے۔

ہیئت صوری۔ اس اعتبار سے بھی خطبہ جمعہ اور خطبہ عیدین میں تفاوت ہے۔ خطبہ عیدین میں دونوں خطبوں کے آغاز سے قبل تکبیریں پڑھی جاتی ہیں اور خطبہ جمعہ میں ایسا نہیں ہوتا ہے

ہیئت وجودی۔ اس اعتبار سے خطبہ جمعہ اور خطبہ عیدین میں اتحاد ہے یعنی جمعہ کے بھی دو خطبہ ہیں اور عیدین کے بھی دو دو خطبے ہیں۔ علاوہ پانچ ارکان کے وجدان کے لحاظ سے بھی دونوں میں وحدت پائی جاتی ہے۔

امید ہے کہ محترم سائلین اپنے اپنے سوالات کے جوابات سے مطمئن ہوجائیں گے۔

ماہنامہ نوائے صوفیہ کے مستقل خریدار اور نمائندگان توجہ فرمائیں

۱۔ مستقل خریدار حضرات آئندہ خط و کتابت میں اور خصوصاً منی آرڈر بھیجتے وقت اپنا مکمل پتہ اور خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں۔ خریداری نمبر نہ لکھنے کے باعث ریکارڈ کو چیک کرنا انتہائی طویل اور پیچیدہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ جن مستقل خریداروں کو دو رسالے موصول ہو رہے ہوں یا ان کا پتہ تبدیل ہوا ہو وہ ہمیں اس سے مطلع فرمائیں

۳۔ کچھ مستقل خریداروں کی جانب سے رسالہ نہ ملنے کی شکایت موصول ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں آگاہ کیا جاتا ہے کہ ادارہ کی جانب سے ہر مستقل خریدار کو ہر ماہ رسالہ بھیجا جاتا ہے۔ اگر نہ ملے تو ڈاک کے متعلقہ حکام سے رجوع فرمائیں۔

۴۔ تمام مستقل خریداروں کے خریداری نمبر پتے کے ساتھ تحریر ہیں۔ اس نمبر کو ذہن نشین کر کے آئندہ خط و کتابت میں اسی کا حوالہ دیا جائے۔

۵۔ نمائندہ حضرات سے گزارش ہے کہ بقایا جات جمع کرتے وقت مستقل خریداروں سے ان کا خریداری نمبر پوچھ کر تحریر فرمائیں۔ ساتھ ہی نئے اور پرانے خریداروں کی الگ الگ فہرست ارسال فرمائیں۔

۶۔ نئے خریدار بننے کے خواہشمند منی آرڈر کوپن پر نئے خریدار ہونے کا تذکرہ کریں اور مکمل پتہ بھی تحریر فرمائیں۔

۷۔ جن مستقل خریداروں کا سالانہ چندہ ختم ہو گیا ہے انہیں ریمائنڈر جاری کر دیا گیا ہے اگر کسی نے سالانہ چندہ پہلے ہی جمع کروا دیا ہے تو اس ریمائنڈر کو منسوخ سمجھا جائے۔ اس سلسلے میں ہمارے نمائندے سے یا براہ راست ادارہ نوائے صوفیہ کو مطلع فرمائیں۔ یہاں بھی اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولئے۔

بقیہ۔ بقیہ تفکر و تذکر

جرم خیال کیا جاتا ہے چاہے ان رسوم و رواج پر عمل کرنا اس کی موجودہ اور آئندہ زندگی کے لئے کتنا تباہ کن کیوں نہ ہو۔ زیادہ تفصیل سے بچنے اور اس مسئلے کے بہتر ادراک کے لئے ہم دور جدید کے ان رجحانات کی مثال لیتے ہیں جو ہم سب کی موجودہ زندگیوں کو براہ راست متاثر کر رہے ہیں۔ دور جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کا زمانہ ہے اور معاشی منڈیوں میں مقابلے اور مسابقت کا دور ہے۔ دور جدید کا انسان جس چیز کے پیچھے رات دن لگا ہوا ہے وہ معاشی برتری کا حصول ہے۔ اس بے سود جدوجہد کے نتیجے میں انسان سکون قلب کی عظیم دولت سے محروم ہو گیا ہے۔ اپنے خالق و مالک کو یکسر بھلا بیٹھا ہے۔ اپنی انجام اور اپنی اخروی زندگی سے بالکل بے تعلق اور بے نیاز ہو گیا ہے۔ پیغمبروں اور نبیوں کے عطا کردہ عظیم علمی ورثے سے محروم ہو چلا ہے۔ اخلاقی قدروں سے بے نیاز ہو گیا ہے۔ ماحول کو آلودگی کا شکار بنایا ہے اور انسانی معاشرے میں حرص، خود غرضی، بے رحمی اور باہمی بغض و عداوت کو فروغ ملا ہے۔ ان سب مشکلات کا بنیادی سبب وقت کی غلامی ہے کیونکہ انسان اپنے دور کے مروجہ نظریات اور خیالات سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔ جب کہ ان سب مسائل کا حل یہ ہے کہ ہم وقت کی اس غلامی سے اپنے آپ کو آزاد کر لیں اور ماضی کے زرین اصولوں کو بیکار شے سمجھ کر نظر انداز کرنے کی بجائے ان سے استفادہ کریں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم پیغمبروں کی سادہ اور انسان دوستی اور خدا دوستی پر مبنی اور مشکل تعلیمات کو سینے سے لگائیں اور مذہب و تصوف کو فرسودہ شے سمجھنے کی بجائے ان نظاموں کے عطا کردہ زندگی آموز اور زندگی آمیز نظریات سے استفادہ کریں۔ دور جدید کو کمیونیکیشن کا دور کہا ہے۔ ذرائع ابلاغ نے عالمی رائے عامہ کو ہر اعتبار سے متاثر کیا ہے اور یوں ہم ان افکار و خیالات کو بلا سوچے سمجھے اپنانے پر مجبور ہیں جن کا پرچار وہ نام نہاد ترقی یافتہ ممالک کر رہے ہیں جن کے اپنے معاشروں انسانی اخلاق و اقدار اور معیشت و معاشرت کا جنازہ نکل چکا ہے۔ ایسے حالات میں نوائے صوفیہ کی احیائے دین و تصوف کی تحریک کے زیر اثر نوجوانان ملت کا دوبارہ تصوف کے دور زرین اور عظمت رفتہ کو واپس لانے کا عزم اور اس راہ میں مسلسل جدوجہد نہایت قابل ستائش ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

دنیائے تصوف کی خبریں

مولانا محمد رضا

جوش کردار سے شمشیر سکندر کا طلوع
کوہ الوند ہوا جس کی حرارت سے گداز
اقبالؔ

خپلو میں عیدالفطر کے موقع پر قومی یک جہتی کا اظہار

امسال خپلو میں قومی یک جہتی کے اظہار کے طور پر نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن اور انجمن صوفیہ نوربخشیہ خپلو کے معززین نے نماز عیدالفطر کا مشترکہ اجتماع ہائی اسکول کے گراونڈ میں منعقد کرانے کا فیصلہ کیا۔ تمام مساجد کے پیش امام حضرات نے اس اعلان کی بھرپور حمایت کی۔ چنانچہ عید کی صبح کو نماز اور اوراد فتحیہ سے فارغ ہو کر مختلف محلوں سے ملی جذبے سے سرشار اہل تصوف گروہ در گروہ شہر کے مختلف چوراہوں پر تکبیر اور درود کی صدائیں بلند کرتے ہوئے عیدگاہ کی جانب روانہ ہوئے۔ اس جوش و خروش کو دیکھ کر بہت سے لوگوں کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ عید کے اس اجتماع میں نمازیوں کی تعداد تین ہزار کے قریب تھی۔ اس سے قبل خپلو میں مختلف خانقاہوں اور جامع مسجدوں میں عید کی نماز ادا کی جاتی ہے۔ لیکن اس بار سارے نمازی مرکزی عیدگاہ میں جامع ہوئے۔ نماز عید کی ادائیگی سے قبل جناب غلام عباس چوپا جنرل سکریٹری نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن گنگچھے نے سامعین سے پرجوش خطاب کیا اور تمام برادران ملت کو اتحاد و اتفاق کا عظیم الشان مظاہرہ کرنے پر مبارکباد پیش کی۔ جناب اخوند شجعپہ نے نماز عید کی امامت فرمائی اور مولوی محمد عبداللہ صاحب نے عید کا خطبہ دیا۔ اس عظیم اجتماع کا اصل مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ اہل نوربخشیہ جو اتحاد بین المسلمین کے علمبردار ہیں، کے آپس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف موجود نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نیک جذبے کو ہمیشہ جاری و ساری رکھے۔

محمد اسحاق شاکر ایڈوکیٹ
۹۔ دی مال راولپنڈی کینٹ

کابینہ کی تشکیل

انجمن صوفیہ نوربخشیہ گلگت کی شوریٰ کونسل کا ایک اہم اجلاس منعقد ہوا جس میں نئی کابینہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ شوریٰ نے انجمن کے تعمیراتی کاموں کو جاری رکھنے اور اس سلسلے میں چندہ مہم شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔ کابینہ کے ارکان کے فرائض و مناصب کچھ یوں متعین ہوئے ہیں۔

۱۔ شکور علی انور نگران اعلیٰ
۲۔ محمد حسن شگری صدر
۳۔ مولوی نور علی صاحب ڈی او نائب صدر
۴۔ غلام رسول صاحب ریسرچ آفیسر جنرل سکریٹری
۵۔ غلام مہدی صاحب مجاز نشر و اشاعت
۶۔ کاچو محمد خان صاحب فنانس سکریٹری
۷۔ غلام حیدر صاحب سرکیگی سالار انجمن

سانحہ ارتحال

سائیاں گاؤں مظفرآباد میں مقیم سلیم صاحب عبداللہ اور کاظم صاحب کی والدہ سکینہ بی بی انتقال کر گئیں۔ مظفرآباد کے مختلف کالجوں اور یونیورسٹی میں زیر تعلیم طلبا نے اشرف حسین کی قیادت میں سائیاں گاؤں جا کر لواحقین سے تعزیت پرسی کی۔

اشرف حسین اے کے یونیورسٹی مظفرآباد

ایف ۔ جی کالج خپلو ضلع گانچھے کا دس روزہ مطالعاتی دورہ

ایف جی انٹر کالج خپلو کے گیارہ رکنی طلباء کے گروپ نے فروری ۱۹۹۷ء میں جناب محمد جعفر صاحب وائس پرنسپل اور غلام محمد صاحب کی نگرانی میں اسلام آباد اور لاہور کے اہم مقامات کا مطالعاتی دورہ کیا۔ اسلام آباد میں مقیم ضلع گانچھے کے عوام نے طلباء کا بھرپور استقبال کیا۔ طلبا نے نور بخشی گیسٹ ہاوس اسلام آباد میں قیام کیا اور جناب حاجی محمد اقبال صاحب رکن ناردرن ایریا کونسل نے ان کے اعزاز میں پر تکلف عشائیہ بھی دیا۔

طلبا اسلام آباد کے اہم تعلیمی اور تفریحی مقامات کا دورہ کرنے کے بعد لاہور روانہ ہوئے۔ لاہور میں انہوں نے منہاج القرآن اسلامک یونیورسٹی، پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس اور اولڈ کیمپس، مینار پاکستان، بادشاہی مسجد، شاہی قلعہ، شالامار باغ، گلشن پارک میوزیم اور چڑیا گھر کا دورہ کیا اور علامہ اقبالؒ کے مزار پر بھی حاضری دی۔

دوران سفر طلباء نے نظم وضبط کا مظاہرہ کیا اور ہر اعتبار سے اپنی معلومات میں اضافہ کیا۔ اس سلسلے میں ہم جناب سکریٹری تعلیم، ڈپٹی ڈائریکٹر ایجوکیشن ضلع گانچھے اور پرنسپل جناب محمد بشیر صاحب کے شکر گزار ہیں۔

محمد جعفر وائس پرنسپل انٹر کالج خپلو



ایف ۔ جی انٹر کالج خپلو کے طلباء کی وائس پرنسپل محمد جعفر صاحب کے ساتھ مطالعاتی دورے کے دوران اسلام آباد کے ایک تفریحی مقام پر لی گئی یادگار تصویر۔

میر عبدالعزیز کی سوئزرلینڈ روانگی

شاہ ہمدان انٹرنیشنل ایسوسی ایشن کے جنرل سکریٹری اور ہفت روزہ انصاف راولپنڈی کے جنرل سکریٹری جناب میر عبدالعزیز ایک اہم بین الاقوامی اجلاس میں شرکت کے لئے جینوا روانہ ہوگئے۔ میر صاحب سوئزرلینڈ میں مقیم شاہ ہمدان کے عقیدت مندوں کو پیش کرنے کے لئے کتاب "منشور ملک عشق" کے کئی نسخے بھی ساتھ لے گئے ہیں۔

ٹی پارٹی کا اہتمام

مورخہ ۱۲ جنوری کو تحریک اتحاد نور بخشیہ شگر کی جانب سے مختصر دورے پر کراچی آئے ہوئے مہمانوں جناب حاجی گلاب خان، جناب ماسٹر عبدالرحیم اور جناب مولانا عبدالرحیم صاحب کے اعزاز میں ٹی پارٹی کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں معززین نے اپنے زرین خیالات کا اظہار فرمایا۔

جعفر علی شگری

غورسے میں سہ روزہ اعتکاف

حسب سابق امسال بھی موضع غورسے میں سہ روزہ اعتکاف کا اہتمام کیا گیا۔ اس سلسلے کا اختتامی جلسہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں منعقد ہوا۔ اعتکاف میں ضعیف اور عمر رسیدہ لوگوں کے علاوہ نوجوانان اور نونہالان نے بھی ذوق وشوق سے شرکت کی۔

اعتکاف کی اختتامی تقریب میں بلتستان کے چیدہ چیدہ علمائے کرام نے شرکت کی اور اپنے ولولہ انگیز اور دل نشین تقریروں اور نصائح سے سامعین وحاضرین کے دلوں کو گرما دیا اور آنکھوں کو پر نم بنا دیا۔ مقررین میں مولانا محمد محسن علی سرموی، مولانا سید نواز حسین شگری میر واعظ شگر الچوڑی، مفتی علی محمد ہادی صاحب، مولانا مراد علی نوری کریسی، محقق نوربخشیہ جناب غلام حسن حسنو اور مولانا عبدالرحیم کرخی صاحب شامل تھے۔ مایہ ناز عالم دین غلام حسین نورانی صاحب مہمان خصوصی اور جناب سید علی کاظمی صاحب صدر جلسہ تھے۔ صدر جلسہ نے اپنے خطبہ صدارت میں فرمایا کہ اعتکاف امر الہی کی بجاآوری اور کدورت بشری سے دور رہنے اور تزکیہ نفس کا بہترین طریقہ ہے۔ انہوں نے سامعین سے پرزور اپیل کی کہ وہ اپنے بچوں کو گناہ سرزد ہونے سے پہلے ہی نیک اعمال کی عادت ڈالیں جو توبہ، اعتکاف اور احکامات الہی کی بجاآوری پر مشتمل ہیں۔ آخر میں اسلام کی سربلندی اور آفات ناگہانی سے خلاصی کے لئے خصوصی دعائیں مانگی گئیں۔

ماسٹر محمد ابراہیم غورسے

بلتستان میں روحانی محافل کی بہار

ارشاد نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق رمضان المبارک کا مہینہ بلتستان میں محفل روحانیت کی پررونق بہاروں کا سماں پیش کر رہا تھا۔ مختلف علاقوں کی خانقاہوں میں صوفیہ کے باہمت سالکین حق اعتکاف کے لئے بیٹھے۔ کچھ حضرات نوے دنوں کے لئے اور کچھ چالیس دن کے لئے اعتکاف نشین ہوئے جبکہ متعدد خانقاہوں میں سیکڑوں جویندگان حق نے ایک روزہ، سہ روزہ، اور دس روزہ اعتکاف کا شرف حاصل کیا۔ خپلو خاص میں خانقاہ نوربخشیہ ہپی، چھتین، مسجد ملدومر، خانقاہ باقرپی گون، اور دیگر علاقوں میں خانقاہ سرموں، سکسہ، فرانو، تھونگموس، چھوار، ڈوغنی، سرسیک، سکردو، کورو، شگر، اور براہ میں بھی اعتکاف کے لئے اجتماعی اور انفرادی محفلیں منعقد ہوئیں ان اجتماعی روحانی محفلوں کی قیادت جناب اخوند رستم علی صاحب سلنگ، اخوند محمد حسن صاحب خپلو، مولوی محمد علی عارف کریس، اخوند حیدر صاحب تھگس، اخوند علی صاحب تھونگموس اور مولوی عبدالرحیم کرخی صاحب خپلو کر رہے تھے۔

آخری تقریبات میں جناب بوافقیر محمد ابراہیم صاحب، مولانا محسن علی صاحب، مولانا محمد عارف صاحب تلس، مولانا عبدالحمید صاحب خپلو، مولانا محمد اسحاق صاحب خپلو، مولانا مراد علی نوری صاحب کریس، مولانا محمد عباس صاحب کریس، اخوند علی صاحب خپلو اور مولانا غلام حسین نورانی صاحب تھلے شریک ہوئے۔ ان روحانی محافل کی بدولت نوربخشی معاشرے میں روز بروز خوف خدا اور حب رسول وآل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف میلان بڑھتا جا رہا ہے۔

تھگس اور مشہ بروم میں عیدالفطر

امسال مشہ بروم میں عیدالفطر بڑے جوش وخروش سے منائی گئی۔ عید کی نماز خانقاہ معلیٰ میں ادا کی گئی۔ امامت جناب سید مختار صاحب نے کی اور سید شمس الدین صاحب نے خطبہ پڑھا۔ عید کے جلوس میں لوگوں کا جوش وجذبہ دیدنی تھا۔

سید محمد نسیم حجازی تھگس

صوفی آباد میں سہ روزہ اعتکاف کا انعقاد

جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ پنڈو صوفی آباد میں سہ روزہ اعتکاف کا انعقاد ہوا جس میں ۳۵ خوش نصیبوں نے شرکت کی۔ اختتامی تقریب میں جناب مولانا عبدالسلام نے تصوف پر کماحقہ روشنی ڈالی۔

عبدالحمید جوائنٹ سکریٹری
صوفی آباد ویلفیئر ایسوسی ایشن وزیرپور
محمد اسماعیل سکریٹری نشرواشاعت شگر

مسجد نور بخشیہ خپلو میں سہ روزہ اعتکاف

مذکورہ اعتکاف کا انعقاد رمضان المبارک کی سات تاریخ سے دس تاریخ تک ہوا جس میں پینتیس افراد نے شرکت کی۔ اختتامی تقریب کی صدارت جناب فقیر محمد ابراہیم صاحب نے کی اور مہمان خصوصی جناب مولوی محمد عبداللہ صاحب اور دیگر علماء نے عوام سے خطاب فرمایا۔

یعقوب علی راہی ملدومر

صوبیدار محمد علی صاحب کو صدمہ

۳ رمضان المبارک کو خپلو کی معروف سماجی، سیاسی اور دینی شخصیت صوبیدار محمد علی صاحب کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوا جن کی عمر ۹۵ سال تھی۔ خپلو کے سرکاری حکام، روساء اور دینی تنظیموں کے نمائندوں نے ان کے جنازے میں شرکت کی اور صوبیدار صاحب سے تعزیت کی۔

اراکین ادارہ نوائے صوفیہ بھی صوبیدار صاحب سے تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔

تھگس میں چالیس روزہ اعتکاف کا نورانی اجتماع

خانقاہ چن ژھوق تھگس میں چالیس روزہ اعتکاف نشینی کا اہتمام ہوا جس میں تھگس کے پانچ خوش نصیب اہل تصوف نے شرکت کا شرف حاصل کیا۔ اس چلہ کشی کے سلسلے میں ایک روحانی محفل بھی منعقد ہوئی جس کی صدارت جناب سید علی صاحب میرواعظ غورسے نے کی اور مہمان خصوصی کے طور پر جناب عبدالکریم صاحب اسسٹنٹ کمشنر مشہ بروم کو مدعو کیا گیا اس محفل میں مولوی عبدالرحیم کرغی صاحب مولانا محسن علی صاحب اور مولانا رستم علی صاحب نے پر مغز تقریریں کیں۔ آخر میں جناب سید علی صاحب نے خطبہ صدارت ارشاد فرمایا۔ اس جلسے میں غورسے، سرموں اور سلترو سے آئے ہوئے لوگوں نے بھی شرکت کی۔

غلام علی نوری تھگس

خانقاہ معلیٰ الچوڑی میں ایک روزہ اعتکاف

۲۷ رمضان المبارک کو خانقاہ معلیٰ الچوڑی میں ایک روزہ اعتکاف کا اہتمام کیا گیا جس کی قیادت بوا رستم علی صاحب سلنگ نے کی۔ دیگر علاقوں سے آئے ہوئے معتکفین میں بوا عبدالسلام خپلو، محمد سلیم صاحب صاحبزادہ ڈی سی شاء اللہ صاحب، انجینئر محمد اشرف صاحب سرمیک اور دیگر حضرات شامل تھے۔ اختتامی تقریب سے جناب بوا رستم صاحب، بوا عبدالسلام صاحب اور مشہور عالم دین اور فقیہہ علی محمد ہادی صاحب نے خطاب فرمایا۔

این وائی ایف دم سم کا اجلاس

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن دم سم کے زیر اہتمام دم سم ہاؤس کراچی میں ایک ہنگامی میٹنگ منعقد ہوئی جس میں این وائی کی تنظیم، مدرسہ اسلامیہ شاہ سید محمد نوربخش دم سم کے یوم تاسیس کے انعقاد اور اہل نوربخشیہ کے اتحاد جیسے مسائل پر غور و خوض ہوا۔

شاء اللہ نواز خان

کھرکوہ میں جلسہ

گزشتہ دنوں مدرسہ نصرت الاسلام انجمن نوربخشیہ کھرکوہ میں ایک عظیم الشان جلسہ بسلسلہ یوم ولادت حضرت امام مہدی علیہ السلام و حضرت شاہ سید محمد نوربخش منعقد ہوئی جس میں علاقہ کھرکوہ کے مقامی علماء کرام نے شرکت کی۔ جلسے کی صدارت سید زاہد حسین شاہ میرواعظ کھرکوہ نے کی جبکہ سٹیج سکریٹری مولانا غلام رسول تھے۔ مقررین نے اس امر پر زور دیا کہ نوربخشی پلیٹ فارم پر تمام اہل اسلام کے لئے اتحاد کی گنجائش موجود ہے خصوصاً اہل کھرکوہ کسی خاص فرقے، گروہ یا شخصیت کی جانب جھکاؤ رکھنے کی بجائے اتحاد بین المسلمین کے داعی رہے ہیں۔ اس جلسے میں اخوند عبدالغفور صاحب، اخوند ابراہیم صاحب فاضل عربی، اخوند غلام رسول صاحب، اخوند ابراہیم سیہنر اور اخوند حسین صاحب پیش امام نے ایمان افروز تقریریں کیں۔ سید محمد علی شاہ نے کلمات تشکر ادا کئے۔ آخر میں سید زاہد حسین صاحب میرواعظ کھرکوہ نے خطبہ صدارت ارشاد فرمایا اور عالم اسلام کی سربلندی اور اتحاد بین المسلمین کے لئے خصوصی دعا کی

سکریٹری نشر و اشاعت

جہیز ایک سماجی لعنت

جعفری علی جعفری

دنیا کے ہر معاشرہ اور مذہب میں اولاد کو غیر معمولی اہمیت دی جاتی ہے۔ تاہم بعض مذاہب میں لڑکی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ طلوع اسلام سے قبل لوگ لڑکی کی پیدائش پر اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کرتے تھے اور لڑکی کو بہت ہی حقیر سمجھتے تھے جبکہ اس کے بالکل برعکس اسلام میں عورتوں کو بلند اور مخصوص رتبہ حاصل ہے۔ اور بہت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

اسلام نے جہاں دوسری فرسودہ رسوم اور برائیوں کا خاتمہ کیا ہے وہیں اس کے نفوذ کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ یہ فرسودہ رسم بھی ختم ہو گئی۔

اس طرح اس گھناؤنے رسم کا سدباب ہمارے عظیم مذہب اسلام نے کیا۔

قرآن شریف میں واضح الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

ترجمہ: جب جانوں کے جوڑے بنیں گے اور جب زندہ دفنائی ہوئی سے پوچھا جائے گا کہ تم کس جرم میں ماری گئی ہو؟

اسلامی معاشرے اور مذہب میں عورت ایک اعلیٰ حیثیت رکھتی ہے۔ حضورؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ "جس گھر میں لڑکی پیدا ہوتی ہے اس پر خدا اپنی رحمتیں نازل کرتا ہے۔"

لیکن آج کل ہمارے معاشرے میں لڑکیوں کی طفل کشی کا رواج تو نہیں۔ مگر پھر بھی لوگ لڑکیوں کی پیدائش پر اتنا خوشی کا اظہار نہیں کرتے ہیں جتنا لڑکے کی پیدائش پر کرتے ہیں۔ اس کی ایک معاشی وجہ یہ ہے کہ آخر اس کے لئے جہیز بھی تو جوڑنا پڑتا ہے۔

آج سے پہلے کے دور میں لڑکی کی حیثیت اول تھی اور جہیز ثانوی تھا۔ مگر آج کل اس کے بالکل برعکس جہیز نے اولیت اور لڑکی نے ثانوی حیثیت حاصل کی ہے۔

جہیز وہ رسم ہے جو ہر نوعیت کے معاشرے میں کسی نہ کسی انداز میں جاری و ساری رہی ہے۔ اسلام وہ دین فطرت ہے کہ جس نے پہلی بار اس رسم کے سلسلے میں بھی ایک مثالی نمونہ پیش کیا ہے اور یہ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی مبارک شادی کا موقع تھا۔ آنحضورؐ نے اپنی چہیتی بیٹی کو گھر سے رخصت کرتے وقت صرف ایک آٹا پیسنے کی چکی اور کھجور کی بنی ہوئی چارپائی اور چند مٹی کے برتن دیئے تھے۔ اس کا مقصد صرف اور صرف یہ تھا کہ بیٹیوں کو اس موقع پر یہ احساس دلاتے ہوئے رخصت کیا جائے کہ سادگی ہی میں انسانیت کی وقار اور عزت ہے۔

حضور اکرمؐ کو جہیز میں مقابلہ اور زیادتی کے ضرر اور مفاسد کا علم تھا۔ اور آپؐ کو یہ بھی علم تھا کہ اگر مسلمان اس مصیبت میں گرفتار ہوگئے تو انھیں عمومی فقر، اقتصادی دیوالیہ پن، کثرت طلاق اور جوانوں میں شادی نہ کرنے کے رجحان کم کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور روز بروز بے زن جوانوں اور بے شوہر لڑکیوں کی زیادتی اور جرائم و جنایات کی کثرت مختلف قسم کے فحشاء اور جنسی بیماریوں (ایڈز) کا وجود میں آنا جیسے مصائب میں گرفتار ہونا پڑے گا۔ اسی لئے یہ مثالی شادی کر دی اور کمال سادگی سے انجام پائی تاکہ ملت اسلامیہ اور مسلمانوں کے ارباب اختیار کے لئے عملی درس ثابت ہو۔

لیکن آج کے مسلمان آنحضورؐ کی اس عظیم مثال کو فقط ایک افسانہ سمجھ رہے ہیں۔ اور ملت اسلامیہ نے عملی طور پر شان و شوکت کی نمائش کی راہ اپنا لی ہے۔ جو کہ غریب طبقہ کی بیٹیوں کی شادی کے سلسلے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے اور اکثر غریب والدین کی اولاد محض غربت کی وجہ سے اپنے والدین کی دہلیز پر بوڑھی ہو جاتی ہیں۔ آج کل کے دور میں بہت سے معاشرتی پہلوؤں میں تبدیلی واقع ہوئی ہے مگر بدقسمتی سے اس رسم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور جہیز ایک معاشرتی مسئلہ بنتی جا رہی ہے۔ اور ہمارے معاشرے میں جہیز کی رسم بہت سے معاشرتی مسائل کو جنم دے رہی ہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

انور علی شہزاد تھلوی جامعہ نعیمیہ لاہور

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک قول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا جب کوئی مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے تو اس درود پڑھنے والے کے سانس سے اللہ تعالیٰ سفید بادل پیدا کر کے اسے برسنے کا حکم دیتا ہے۔ جب اس بادل کا پانی زمین پر گرتا ہے۔ تو اس سے سونا پیدا ہوتا ہے اس کے ہر قطرہ سے پہاڑوں میں چاندی پیدا ہوتی ہے۔ اگر اس بادل کا پانی کسی کافر پر پڑ جائے تو وہ ایمان کی دولت سے سرفراز ہو جاتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:-

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔

لوگوں کی ہدایت کے لئے تمہیں امت بنا کر پیدا گیا ہے۔ حضرت کلبی رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ اس آیت میں دوسروں امتوں سے افضلیت اور برتری بیان کی گئی ہے۔ اور دیگر امتوں کی نسبت اس کی ابتدا اور انتہا ہر لحاظ سے دونوں بہتر ہیں۔ اس امت کی کچھ ہستیاں بہت زیادہ کمال کی مالک ہیں مثلاً صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو ہر لحاظ سے ممتاز ہیں۔ اخرجت للناس سے مراد لوگوں کے لئے فائدہ مند اور خیر خواہ ہونا ہر دور اور وقت میں ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر وتومنون باللہ

تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اس آیت کے چند الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہ امت دوسری امتوں سے ممتاز اس لئے ہے کہ اس کے افراد نیکی کا حکم دیتے ہیں برائی سے روکتے ہیں اور اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اگر اس نے ان صفات کو چھوڑ دیا تو اس کی افضلیت ختم ہو جائے گی وہ کافروں سے جہاد کرتے ہیں تاکہ وہ اسلام لے آئیں۔ اس لئے اس امت کی دوسروں سے برتری بیان کی گئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، بہترین انسان وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچاتا ہے اور بدترین انسان وہ ہے، جو دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے۔

تومنون باللہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی توحید کی تصدیق کر کے اس پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ نیز محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتے ہیں۔ کیونکہ جس کسی نے ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار نہ کیا وہ اللہ پر ایمان نہ لایا۔ اس لئے کہ وہ حضور کو عطا کردہ معجز بیان آیات کو منجانب اللہ نازل ہونا نہیں سمجھتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے تم میں جو کوئی برائی دیکھے اسے چاہئے کہ بازو کی قوت سے اسے ختم کر دے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اس کو روک دے۔ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے برائی کو برا جانے۔ یہ اہل ایمان کا کمزور ترین فعل ہے بعض علماء کا فرمان ہے۔ قوت سے برائی کا خاتمہ کرنا حکمرانوں کی ذمہ داری ہے اور زبان سے برائی کا خاتمہ کرنا علماء کی ذمہ داری ہے اور دل سے برائی کو برا جانتا عوام کی ذمہ داری ہے بعض کا قول ہے کہ جو بھی اس پر قادر ہو اس کو لازم آتا ہے کہ اس کو بدل دے۔

فرمان الٰہی ہے وتعاونوا علی البر ولاتعاونوا بالاثم والعدوان۔ اور نیکی و تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو مگر برائی اور ظلم میں تعاون نہ کرو۔ کسی کو نیکی کی طرف راغب کرنا اور بھلائی کی راہ آسان کرنا حتی المقدور برائی اور ظلم کو بند کرنا۔ سب تعاون ہے۔ ایک حدیث قدسی ہے۔ جب کسی نے میری سنت کی خلاف ورزی کرنے والے کو ڈانٹ پلائی۔ اللہ اس کا دل ایمان اور اطمینان سے بھر دے گا۔ جو ایسے شخص کی توہین کرے گا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن بے خوف کر دے گا۔ اور جس

قارئین کے خطوط

لیاقت علی خان

راقی نور بخشیوں کی طرف سے پاکستانی نور بخشیوں کو عید کی
ہنیت

ادارہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل کے ارکان و برادران
وفیہ نوربخشیہ پاکستان کو اہل صوفیہ نوربخشیہ مقیم نوبراہ
راخ کی جانب سے عید کی ہزار خوشیاں مبارک ہوں۔ اللہ تعالیٰ
م سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ معروفی صاحب کی طرف
ے ہمیں ہر ماہ باقاعدگی سے نوائے صوفیہ موصول ہو رہا ہے تاہم
بھی تاخیر ہو جائے تو بے چینی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ
سالہ اب ہمارے دلوں کی دھڑکن بن چکا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ
عالیٰ اسے مزید ترقی دے۔

دیگر ادارہ نوائے صوفیہ کی طرف سے ارسال کردہ
تابوں کی دوسری کھیپ جس میں نوربخشی دینیات سمیت کل
یک سو تین (۱۰۳) کتابیں شامل تھیں موصول ہوئی ہیں۔ اس
سلسلے میں جامع مسجد بقدانگ میں اہل نوربخشیہ نے ادارہ نوائے
صوفیہ کی ترقی و کامرانی اور ادارے کے کارکنوں کی درازی عمر کے
ئے دعا مانگی۔ رسالے کی ترسیل جاری رکھیں۔ کیونکہ ہمارا عالم
ین بھی رسالہ ہے۔ علامہ محمد بشیر صاحب سے چند شرعی
سائل کے جواب مطلوب ہیں۔ امید ہے رسالہ میں جگہ دے کر
ستفید فرمائیں گے۔

سید مرتضیٰ علی لیہ لداخ

واب۔ جناب سید صاحب۔ نیک جذبات کا شکریہ انشاء اللہ آپ
کے سوالات اور ان کے جوابات اگلے شمارے میں شائع کئے
جائیں گے۔



سید مرتضیٰ علی صدر علی مدد ایکشن کمیٹی نوبراہ لداخ

جناب محمد صادق صاحب و محمد جابر صاحب صدر و جنرل
سکریٹری صوفیہ نوربخشیہ مقیم کویت۔

اسلام علیکم۔ ہمارا خط اور سلام نوائے صوفیہ کی
وساطت سے آپ لوگوں تک پہنچا جس کے لئے ہم ادارے کے
مشکور ہیں۔ ہم آپ کے ہر لفظ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے
ہیں اور آپ کی ہر بات پر لبیک کہتے ہیں۔ یہ جان کر خوشی کی انتہا
نہ رہی کہ مذہب صوفیہ کے پیروکار بہت سے ملکوں میں آباد ہیں۔
آپ سے گزارش ہے کہ ہمارے ساتھ رابطہ قائم رکھیں تاکہ
ہماری حوصلہ افزائی ہو۔

سید مرتضیٰ علی لیہ لداخ

نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہوں۔ یہ رسالہ آپ
لوگوں کی محنت کے باعث نہ صرف پاکستان بلکہ پورے عالم
اسلام میں مشہور ہوتا جا رہا ہے۔ گزشتہ شمارے میں فیضی
صاحب کا مضمون بہت پسند آیا۔ دوسرے مضامین بھی تعریف
کے محتاج نہیں تھے۔ ریاض حسین سرسوی مظفرآباد آزاد کشمیر

نوائے صوفیہ کا پرانا قاری ہوں۔ ہر وقت اس رسالے
کے انتظار میں رہتا ہوں اور رسالہ ملتے ہی شروع سے آخر تک پڑھ
لیتا ہوں۔ بزرگان دین کی تعلیمات کو ہم تک پہنچانے پر ہم نوائے
صوفیہ کے شکر گزار ہیں۔

محمد اقبال سرسکی مظفرآباد آزاد کشمیر

جناب جنرل سکریٹری ندوہ اسلامیہ نوربخشیہ کراچی

مسلک نوربخشیہ بہت سالوں سے ایک قصہ پارینہ بنتا جارہا تھا مگر اب امید کی کرنیں چاروں طرف پھیلنے لگی ہیں۔ بہت سے غم، دکھ اور مصائب جھیلنے کے بعد اب ہر طرف ایک مسرت انگیز بیداری پیدا ہونے لگی ہے۔ نوربخشی کتابوں کی نشرواشاعت میں جناب علامہ محمد بشیر صاحب اور دیگر علما جو دن رات کوشش کر رہے ہیں ہم تھنگ۔ تکشی۔ طورتک۔ چولونکھا۔ بقدنگ، بچاتھنگ، لیہ، ڈسکٹ، نوبراہ، دراس، تھسکام اور کرگل کے رہنے والے آپ کے لئے دست بدعا ہیں۔

غازی عبدالحمید نوبراہ

ادارہ نوائے صوفیہ کے جملہ اراکین اور منتظمین کو رسالہ نوائے صوفیہ کو بین الاقوامی جریدہ بنانے اور عوام و خواص میں مقبول عام بنانے پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ خصوصاً بانی غازی محمد نعیم صاحب کا شکریہ ادانہ کروں تو قوم اور جریدہ دونوں کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔ قوم میں ایک ایسا کربستہ گروہ ہونا چاہئے جو دین کے مخالفوں کو دندان شکن جواب دیں۔ ایک خبر ہے اسے ماہنامے میں جگہ دیجئے۔

محمد اسماعیل سکریٹری نشرواشاعت

رسالہ نوائے صوفیہ میں فقہی مسائل کے ضمن میں عموماً فقہ احوط کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ ہماری رہنمائی کیلئے یہ عظیم کتاب ارسال فرمائیں۔ کیونکہ ہم ایسے علاقے میں رہتے ہیں جہاں دینی کتابیں دستیاب نہیں۔ اللہ تعالیٰ نوائے صوفیہ کو ترقی کی راہ پر گامزن رکھے۔ لداخ کے مسلمانوں اور صوفیہ نوربخشیہ کے ہر فرد کو ہمارا سلام۔

سپاہی غلام رسول و سپاہی غلام حسن ایف پی یو ۵

میرا تعلق پاکستان آرمی سے ہے۔ رسالہ نوائے صوفیہ کا ہمارے مسلک کے لوگوں کے علاوہ دوسرے مسلک کے لوگ بھی شوق سے مطالعہ کرتے ہیں یوں آپ کی کوششوں سے دنیا کے ہر کونے میں صوفیہ نوربخشیہ کی پہچان ہونے لگی ہے۔ سالانہ چندہ ارسال ہے۔

صوبیدار غلام رسول سرموئی سیالکوٹ کینٹ

آپ نے نوائے صوفیہ کا اجرا کر کے لوگوں میں دینی شعور بیدار کیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو اجر دے اور ان لوگوں کو ہدایت فرمائے جو ابھی تک منفی سوچ رکھتے ہیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہر قسم کے تعاون کے لئے تیار ہیں۔ آپ کے پاس جتنی کتابیں ہیں ان کی ایک فہرست مع قیمت لکھ کر ارسال کریں تاکہ منگوا سکوں۔

صوبیدار (ریٹائرڈ) غلام مہدی تھگس مشہ بروم

حیاز مند چھوغو گرونگ ڈوغنی کا رہنے والا ہے اور ہائی سکول خپلو میں زیر تعلیم ہے اور این وائی ایف کا کارکن ہے۔ سید مرتضیٰ صاحب اور علی مدد ایکشن کمیٹی لداخ کے ممبران کو سلام۔

شاکر حسن شاکر خپلو

ماہنامہ نوائے صوفیہ کا جنوری ۹۷ کا شمارہ پڑھا۔ دل کو سکون ملا۔ نوائے صوفیہ دینی تبلیغ کا اہم فریضہ سرانجام دے رہا ہے جس کے فقدان کی وجہ سے ماضی میں مذہب حقہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا تھا۔ اللہ اس رسالے کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی دے۔ میں بھی اس رسالے کا مستقل خریدار بننا چاہتا ہوں

حوالدار شکور علی شہاب ہلدوی ایف۔ پی۔ یو ١٧

نوائے صوفیہ کے تمام شمارے پڑھنے کو ملتے ہیں تمام مضامین بڑے پسند آئے۔ آپ لوگ ایک اچھی جدوجہد کر رہے ہیں۔ غلام محمد صوفی کو ہماری طرف سے سلام۔

محمد علی لیاقت علی بشارت ڈوغنی

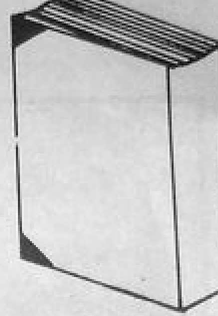
نوائے صوفیہ کی وساطت سے ہمیں احکام الٰہی کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے اس کی اشاعت پر آپ لوگوں کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اہل صوفیہ کے سروں پر جناب علامہ بشیر صاحب کا سایہ ہمیشہ قائم رکھے۔

اقبال حسین جی۔ ڈی۔ ایس کالج لاہور

میں اپنے گاؤں میں نوائے صوفیہ کا پہلا مستقل خریدار ہوں۔ اس رسالے میں افراط و تفریط کا راستہ چھوڑ کر بزرگان دین کی تعلیمات شائع کی جاتی ہے۔ میرا پتہ کونیں کی بجائے ہرکیون لکھا جائے۔

غلام علی ہری کونی ہائی سکول خپلو

باقی صفحہ نمبر ۲



تعارف و تبصرہ کتب

منشور ملک عشق

تبصرہ نگار ۔ میر عبدالعزیز
مدیر ہفت روزہ انصاف راولپنڈی

نام کتاب ۔ منشور ملک عشق اردو ترجمہ چہل اسرار
مجموعہ غزلیات شاہ ہمدان میر سید علی ہمدانیؒ
مترجم ۔ ڈاکٹر غازی محمد نعیم
ناشرین ۔ شاہ ہمدان پبلیکیشنز اسلام آباد
صفحات ۔ ۱۰۴ قیمت ۔ پیپر بیک ۵۰ روپے مجلد ۷۰ روپے

اہل کشمیر کے محسن اور کشمیر اور بلتستان میں دین اسلام کے داعی شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ دین اسلام کے مبلغ ہونے کے علاوہ ایک قادر الکلام مصنف بھی تھے ان کو شعر و شاعری سے بھی شغف تھا ۔ شاعری کی صنف میں ان کا ایک مجموعہ غزلیات چہل اسرار کے نام سے موجود ہے ، جس میں ان کی اکتالیس غزلیں فارسی زبان میں شامل ہیں ۔ ان تمام غزلوں کا ڈاکٹر غازی محمد نعیم نے اردو نظم میں ترجمہ کیا ہے ۔ یہ غزلیں نہایت پاکیزہ ہیں اور حضرت امیر کبیر کی دلی جذبات کی عکاسی کرتی ہیں ۔ اور ان کا موضوع معبود حقیقی کی ذات بابرکات ہے ۔

ڈاکٹر غازی محمد نعیم خود بھی ایک منجھے ہوئے شاعر ہیں ۔ الفاظ کی بندش اور قافیہ ردیف پر ان کی گرفت قابل داد ہے ۔ شعر کا کسی اور زبان میں ترجمہ اور خاص کر منظوم ترجمہ بہت مشکل کام ہے ، لیکن ڈاکٹر غازی نے یہ کام سرانجام دیا ہے ۔ چنانچہ ترجمہ پر اوریجنل کا گمان ہوتا ہے ۔ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ سے محبت اور عقیدت رکھنے والوں کے لئے یہ ترجمہ دلچسپی کا سامان ہو گا ۔ کتاب کی کتابت اور طباعت مناسب ہے ۔ ایک خامی جو رہ گئی ہے وہ یہ ہے کہ اس ترجمہ میں حضرت شاہ ہمدانؒ کا اصل فارسی کلام نہیں دیا گیا ہے ۔ توقع ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کمی کو پورا کیا جائے گا ۔

(م ۔ س ۔ ح)